شعبہ
تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

تعمیر حیات
لکھنؤ

پندرہ روزہ

ایڈیٹر سید محمد الحسنی

معاون سعید الاعظمی ندوی

۲۵ ذی القعدۃ ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۶۴ ع

مسجد حرام کی نئی تعمیر کا ایک منظر

افتتاحی تقریر ص ۸ — ۹
مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی
اندلس کی وادیوں میں
مرد مسلمان (نظم)

۲۵ نئے پیسے

سالانہ چندہ ۵ روپئے

Regd No L - 1981 Phone No 22948

TAMEER-E-HAYAT

DARULULOOM NADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

مکتبہ دار العلوم کی دوسری مطبوعات

قصص النبیین للاطفال ۳ حصے

از: مولانا ابو الحسن علی ندوی

اس کتاب میں ایک طرف زبان کی تعلیم کے جدید اصول اور ماہرین تعلیم و نفسیات کے تجربات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ یہ کتاب عربی زبان کی تعلیم کا بہترین اور سہل ترین ذریعہ بن گئی ہے، دوسری طرف انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور قصوں کو اس پیرایہ اسلوب میں پیش کیا گیا ہے کہ اسلام کے بنیادی اصول خود بخود طلباء کے ذہن نشین ہوتے چلے جاتے ہیں، اس سلسلہ کو ممالک عربیہ میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا ہے!

قیمت حصہ اول ۵۰/۰، حصہ دوم ۷۵/۰، حصہ سوم ۷۵/۱

القراءۃ الراشدۃ ۳ حصے

از: مولانا ابو الحسن علی ندوی

اس کتاب میں اسلامی تاریخ، نامور اسلامی شخصیتوں، ہندوستان کی اسلامی تاریخ اور اس کی نامور شخصیتوں کے متعلق اسباق، اسلام اور ہندوستان کی تاریخ کا خلاصہ، مشہور دینی درسگاہوں کا تعارف، معلومات عامہ اور ضروری مضامین آ گئے ہیں، اس کی کوشش کی گئی ہے کہ کوئی سبق دینی روح سے خالی نہ ہو اور وہ کسی اچھے تجربہ یا حقیقت کی طرف رہبری کرتا ہو، مدارس عربیہ کی بڑی تعداد نے اس کو داخل نصاب کیا ہے۔

قیمت حصہ اول ۱۲؍ حصہ دوم ۱۲؍ حصہ سوم ۱۲؍

جزیرۃ العرب

از مولانا محمد رابع ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

جغرافیہ کی کوئی خشک کتاب نہیں بلکہ اس میں سیرت و تاریخ و ادب کی کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اسکی وجہ کسی جگہ کی جغرافیائی اہمیت کیساتھ اسکی دینی اور ادبی اہمیت بھی نظروں کے سامنے آجاتی ہے، اس سلسلہ میں قدیم و جدید دونوں ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے، اہم مقامات کے قدیم ناموں کیساتھ جدید نام بھی بتائے گئے ہیں اور جب جگہ وضاحتی نقشے بھی دیئے گئے ہیں، اسکا تذکرہ عالم عربی کے اخبارات نے اچھے انداز میں کیا ہے، دار العلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔

قیمت ۵ روپیہ

تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی

از مولانا ابو الحسن علی حسنی ندوی

چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ و عالم، اویس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کی سوانح حیات، حالات، ارشادات و ملفوظات، جو دل پر اثر کے بغیر نہیں رہتے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ عین شریعت کی روح ہے، وہ حضرات جو درد و محبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔

قیمت ۴؍

دہلی اور اسکے اطراف

از مولانا حکیم سید عبد الحی رح
صاحب نزھۃ الخواطر سابق ناظم ندوۃ العلماء

یہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سفرنامہ اور روزنامہ ہے جو انیسویں صدی کے آخیر میں لکھا گیا تھا اس سفرنامہ سے اندازہ ہوگا کہ گذشتہ صدی کے علماء کس ثقافت اور علم کے حامل تھے اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع، متنوع اور پختہ تھا، آپ کو اس سفرنامہ میں شعر و سخن کا ذوق سلیم، گہری تاریخی واقفیت، سلاسل تصوف اور انکی شاخوں اور قسموں پر اطلاع، متقدمین کی تصنیفات اور کتابوں سے آگاہی اور ان کے مسلک اور عہد کے نشانات جا بجا ملیں گے قیمت مجلد ۲ روپیہ

ESTD. 1903

قدرتی تیل

جوڑوں کے درد، زخم، چوٹ، موچ، کٹنے، جلنے میں مفید ہے

کارخانہ دار الصحت مئوناتھ بھنجن، یوپی

Cover Printed at Nadwa Press LUCKNOW.

مجلس مشاورت

مولانا محمد اویس ندوی، شیخ التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء
مولانا محمد اسحاق ندوی، استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء
مولانا ابو العرفان ندوی، قائمقام مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء
مولانا معین اللہ ندوی، ناظر شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء
مولانا محمد رابع ندوی، ادیب اول دار العلوم ندوۃ العلماء

سالانہ ۵ روپے، ششماہی ۳ روپے — فی کاپی ۲۰ نئے پیسے — ممالک غیر کے لئے ایک پونڈ

ترسیل زر و انتظامی امور کے لئے پتہ
منیجر "تعمیر حیات" شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
مضامین وغیرہ کے لئے خط و کتابت اس پتہ پر کی جائے
ایڈیٹر "تعمیر حیات" شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

قابلِ توجہ

تعمیر حیات کی قیمت لاگت سے بہت کم رکھی گئی ہے
تاکہ زیادہ سے زیادہ حضرات مستفید ہو سکیں،
اس لئے
اہل استطاعت حضرات سے پرزور گزارش ہے کہ حسب ذیل مندرجہ
عطیات عطا فرما کر دینی لٹریچر کی نشر و اشاعت اور ادارہ کی
اعانت میں حصہ لیں!

معاونین خصوصی سے ——— 200 - 00
معاونین سے ——— 100 - 00 / 50 - 00
اعزازی خریداران سے ——— 25 - 00

پاکستان میں چندہ جمع کرنیکا پتہ
مولانا حکیم نصیر الدین صاحب نظامی ندوی فرئیر روڈ کراچی (مغربی پاکستان)

تعمیر حیات
پندرہ روزہ — لکھنؤ
شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
جلد ۱۱ — ۱۰ر اپریل ۱۹۷۴ء مطابق ۲۶ر ذی قعدہ ۱۳۸۳ھ — شمارہ ۱۱

اس شمارے میں

مستقبل کی قیادت ... ... ایڈیٹر ۱
اندلس کی وادیوں میں ... ... مولانا محمد اویس نگرامی ندوی ... ۴
شرعی امور کے مراتب ... ... مولانا محمد تقی امینی ... ۵
گنج شہیداں ... ... مولانا محمد ثانی حسنی ... ۶
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا ... ... سید الرحمن الاعظمی ... ۷
مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کا طلبہ سے خطاب ۹
مرد مسلمان ... ... (نظم) ... ... اقبال ۱۰
عید الاضحیٰ ... ... حبیب الرحمن ندوی ... ۱۱
تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ ... ... محمد یونس نگرامی ندوی ... ۱۲
کتب خانہ کی سیر ... ... مولوی ابو ابقار ندوی ... ۱۳
بغداد کی ایک صبح ... ... تسنیم الحسن صدیقی ندوی ... ۱۴
آنکھوں میں سرورِ عشق نہیں ... (نظم) ... جگر مراد آبادی ... ۱۵
نیرنگ ... ... (نظم) ... حکیم انجم اعظمی ... ۱۵
دار العلوم حالات و واقعات ... ... افتخار حسین قدوائی ... ۱۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مستقبل کی قیادت

محمد الحسنی

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاقی

ہندوستان کے مسلمان آج جن غیر معمولی حالات سے دوچار ہیں وہ ان کی خود اعتمادی، اخلاقی جرأت، سیاسی بصیرت اور جوش و ہوش کا ایک کھلا ہوا امتحان ہے، یہ دار و رسن کی منزل مسلمانوں کی زندگی میں بارہا پیش آئی ہے اور یہ کہانی ان کے مختلف ملکوں، مختلف زبانوں اور مختلف زمانوں میں بار بار دہرائی گئی ہے۔

خود قرآن مجید کا ارشاد ہے اور اس سے زیادہ سچی بات اور کس کی ہو سکتی ہے۔

ولتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اشرکوا اذی کثیرا	تم ضرور آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں اور اپنی جانوں میں اور تم ضرور سنو گے ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا سخت تکلیف دہ باتیں۔

اگر ان کو اس زبردست مالی نقصان کے بعد جس کی مثال کلکتہ ہے اس زبردست جانی نقصان اور بے رحمی و درندگی کا سامنا کرنا پڑا جس کی مثال روڑکیلا اور جمشید پور ہے تو یہ قرآن مجید کی اس ترتیب کے عین مطابق ہے جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔

لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس نازک موقع پر کیا موقف اختیار کیا ہے، ان کے جذبات و احساسات کیا ہیں۔ انھوں نے اپنے قول و فعل سے کس چیز کا مظاہرہ کیا ہے اور ان حالات پر قابو پانے کے لئے ان کے پاس کیا لائحہ عمل ہے؟

اس سلسلہ میں سب سے ابتدائی اور بنیادی بات جس کا مسلمانوں سے مطالبہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے:

المسلم کالجسد الواحد اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہ سائر الجسد بالسہر والحمی	مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں اگر کسی عضو کو کوئی شکایت ہو جائے تو سارا جسم بخار میں مبتلا ہونے لگتا ہے۔

ہونا یہ چاہئے تھا کہ سب سے پہلے مسلمان اس مطالبہ کو پورا کرتے اور مسلم قائدین اور رہنما اپنی شخصیت اپنے مزاج، اپنے مخصوص کردار اور اپنے طریقۂ کار کے اختلاف کو برقرار رکھتے ہوئے اس کثرت میں وحدت کا مظاہرہ کرتے اور ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر ان مسائل کا حل تلاش کرتے۔

اتحاد، خاص طور پر اسلامی اخوت کی بنیاد پر قائم ہونے والے اتحاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنی خصوصیات، اپنے طرز فکر اور اپنے پسندیدہ و محبوب دائرہ عمل کو خیر باد کہہ دیا جائے اور کسی دوسرے وجود میں اپنے کو ختم کر دیا جائے، یہ بات نہ ممکن ہے نہ مفید شخصیات کا تنوع اور طریقۂ کار کا اختلاف اور خدمات کے مختلف دائرے اور حصے

دراصل اس بات کا اظہار ہیں کہ اسلام کا چمن ہمیشہ متنوع اور رنگا رنگ پھولوں سے مالا مال رہا ہے اور اس کی وجہ سے اس میں عجیب دلکشی اور دلآویزی پیدا ہو گئی ہے: اختلاف امتی رحمۃ اور قل کل یعمل علی شاکلتہ اور کل میسر لما خلق لہ کے یہی معنی ہیں اور یہ بالکل قدرتی اور فطری بات ہے۔

لیکن یہ سادہ و معصوم اور بے غرض و پر خلوص اختلاف اور یہ خوشگوار اور جمال افروز تنوع کبھی اتحاد کی راہ میں حائل نہیں ہوا اور جب بھی ضرورت پیش آئی اور حالات کا تقاضا ہوا سب ایک دل اور ایک جان ہو کر اس کے لئے صف آرا ہو گئے ان کے اس اختلاف نے ان کو مزید قوت بخشی اور استحکام عطا کیا۔

اس دور آخر میں سنوسیوں حضرت سید احمد شہیدؒ کے مجاہدین اور حسن البناؒ کی طاقتور تحریک پر نظر ڈالئے تو اس بات کی تصدیق ہو گی۔

احیاء دین اور اصلاح و تجدید کی ان تمام کوششوں میں یہ بات بہت نمایاں طور پر نظر آتی ہے کہ امت کے ہر طبقہ اور ہر گروہ نے اس میں معزز اور وقیع جگہ پائی، اور کسی نہ کسی محاذ پر انتہائی مفید ثابت ہوا، جو لوگ اس کارواں میں شامل ہوئے وہ اپنے کمالات و خصوصیات پر پانی پھیر کر نہیں آئے بلکہ انھوں نے ان صلاحیتوں کا میدان اور وسیع کر لیا اور زیادہ بیش قیمت خدمت کے قابل ہو سکے اور یہاں ان کو اپنے جوہر دکھانے کا زیادہ موقع ملا۔

مولانا اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحیؒ نے اس تحریک میں آکر وعظ و ارشاد کو ترک نہیں کیا بلکہ ان مواعظ کا حلقہ اور زیادہ وسیع ہو گیا، ان کی افادیت و تاثیر بڑھ گئی ان مواعظ کے ذریعہ جس قدر اصلاح ہوئی وہ اس تاریخ عزیمت و جہاد کا روشن باب ہے۔

شیخ احمد سنوسی اور شیخ حسن البنا کی تحریک کو دیکھئے تو صوفیہ و مشائخ، درس و تدریس، جہاد و اجتہاد اور سیف و قلم ساتھ نظر آئیں گے۔ اس میں ہر جماعت اور ہر طبقہ کے ممتاز ترین افراد پوری خوش دلی اور گرم جوشی کے ساتھ شامل ہوئے اور نہ صرف اپنی خصوصیت اور اپنا امتیاز برقرار رکھا بلکہ ان ہی خصوصیات سے کام لیا اور ان کو ترقی دی: ان میں ہر شخص اپنی جگہ ایک قیمتی ہیرا تھا جس کو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اسلامی اختلاف اور اسلامی اتحاد کی حقیقی تصویر اور اس کی صحیح اسپرٹ یہی ہے۔ جب اختلاف کا نام لیا جاتا ہے تو اس سے مراد کسی قسم کی شخصی کشمکش نہیں ہوتی بلکہ خیال و عمل کی وہ رنگا رنگی ہوتی ہے جس نے اسلامی معاشرہ کو حسن، وسعت، ہمہ گیری اور دلآویزی عطا کی ہے اور جب اتحاد کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اپنے امتیازات و خصوصیات کو فنا کر کے کسی نئے طریقے کو اختیار کر لیا جائے اور باقی تمام شعبوں اور خدمتوں سے آنکھیں بند کر لی جائیں، اگر بالفرض ایسا ہو بھی جائے تو یہ کوئی خوشگوار بات نہ ہوگی۔ اسلامی معاشرہ بے جان اور خشک ہو کر رہ جائے گا۔ اور اس میں وہ دلآویزی اور قوت باقی نہ رہے گی جو اس کی ایک بہت بڑی خصوصیت ہے اور جو خدا کے قانون قدرت اور اس کی حکمت و مشیت کے عین مطابق ہے اور جس میں انسانی فطرت کی پوری رعایت ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں اختلاف و اتحاد کی اس صحیح پوزیشن کے متعلق لوگوں کا ذہن پوری طرح صاف نہیں، ہمارے اکثر حلقوں اور مرکزوں میں یہ خیال روز بروز طاقتور ہوتا جا رہا ہے کہ اتحاد نے زیادہ مشکل اس وقت کوئی چیز نہیں۔ اس غلط اور مہلک خیال کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے لاشعور میں اتحاد و اختلاف کا وہ غلط تصور قائم ہے جس کی تردید تاریخ اسلام نے ہمیشہ کی۔

اتحاد ہمیشہ سے ضروری رہا ہے اور اس میں کسی کلام یا تاویل کی گنجائش نہیں ہے لیکن جو حالات اس وقت درپیش ہیں ان کا اعلان یہ ہے کہ اگر اب اس میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر کی گئی تو اس کی قیمت بالآخر کسی نہ کسی شکل میں مسلمانوں کو ضرور ادا کرنی ہوگی۔

اس عمومی اتحاد کے لئے مناسب شکلیں پیدا کرنا، اس پر غور کرنا، اس کے لئے فضا کو سازگار اور ماحول کو خوشگوار بنانا وقت کا ایک اہم ترین اور فوری تقاضہ ہے یہ قومی اتحاد ملکی یکجہتی کے لئے بھی ایک موثر اور فعال طاقت ہوگی اس لئے کہ اس سے وہ اعتماد بحال ہوگا جو مسلم اقلیت میں روز بروز کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ اس اعتماد کے بعد وہ ملک کی تعمیر و ترقی اور معاشرہ کی اصلاح میں زیادہ گرم جوشی کے ساتھ حصہ لے سکیں گے۔

اس موقع پر یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشیں کر لینا چاہئے کہ ہماری فراخ دلی اور رواداری کی بنیاد کسی غیر مذہبی یا کسی قومی اور سیکولر نظریہ پر نہیں بلکہ قرآن کی تعلیمات پر ہے۔ ہم تعصب اور نفرت سے اس لئے دور رہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے مذہب کی یہی ہدایت ہے۔ ہم مساوات اخوت اور ایک دوسرے کے حقوق سمجھنے اور ادا کرنے کے محض اس لئے داعی اور علمبردار نہیں کہ یہ ایک قومی اور انسانی تقاضہ ہے بلکہ اس لئے کہ ہمارا مذہبی فریضہ ہے اور ہمارے دین و ایمان کا تقاضہ ہے،

ہم کو اس نہج پر سوچنا چاہئے کہ اس طرح کے اہم مسائل کے لئے جو آج درپیش ہیں۔ ایک ایسا مشترکہ پلیٹ فارم ہو جہاں مسلمانوں کے ہر اہم حلقہ اور مکتب خیال اور ہر اہم جماعت اور ادارہ کے اعلیٰ ترین نمائندے برابر ایک دوسرے سے ملتے رہیں، مشورہ کرتے رہیں اور جو کچھ طے کریں، اشتراک عمل اور تعاون کے جذبہ کے ساتھ طے کریں، یہ ایک ایسی اعلیٰ کونسل یا اعلیٰ قیادت ہو جو ان مسائل پر اعلیٰ سطح پر غور کرے، مثال کے طور پر مصیبت زدوں کی امداد اور ان کی رہائش اور خوراک کا مسئلہ، پریس کا مسئلہ، ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور اعتماد بحال کرنے کا مسئلہ . . . . یہ وہ اہم مسئلے ہیں جن کے متعلق سب کو مل کر غور کرنے اور فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے اور پھر ان کاموں کی تکمیل و تنفیذ کے لئے ہر جماعت اور ہر حلقہ کے مشترکہ نمائندوں کی کمیٹیاں بآسانی بنائی جا سکتی ہیں جو ان کاموں کی دیکھ بھال کریں۔ کسی جماعت کے مستقبل کو زیر بحث لانے یا کسی مخصوص حلقہ اور جماعت سے وابستہ ہونے اور کسی مخصوص فکر کو اپنانے کا یہاں کوئی مسئلہ ہی نہیں پیدا ہوتا۔

یہ چند خطوط ہیں جن پر آگے مزید غور کیا جا سکتا ہے، ضرورت اس کی ہے کہ ہم اس مسئلہ کو اسی نظر سے دیکھیں کہ کام بہر صورت اور بہر قیمت کرنا ہے اور اس طرح کرنا ہے کہ کسی جماعت یا فرد کا کردار اور شخصیت اور خدمات مجروح نہ ہوں بلکہ ان سے پہلے سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکے ان کو زیادہ بہتر اور کشادہ میدان دیا جا سکے۔ یہ کام صرف ایک محاذ سے پورا نہیں ہوگا اس لئے متعدد محاذوں کی ضرورت ہے اور اس کے لئے قدرتی طور پر متنوع صلاحیت رکھنے والے افراد کی ضرورت ہے جو مختلف خدمات انجام دینے کے اہل ہوں۔

کام کا میدان درحقیقت اتنا وسیع ہے کہ اس کے لئے مختلف جماعتوں، اداروں اور مختلف النوع صلاحیتوں کی ضرورت ہوگی لیکن ان سب کا یکجا اور متحد ہونا ضروری ہے، علیحدگی پسندی کے ساتھ کوئی کام بھی قوت کے ساتھ نہ ہو سکے گا۔ اس بات کا لحاظ بہت ضروری ہے کہ ان افراد اور جماعتوں کی حیثیت و شخصیت اور قوت و صلاحیت کا جتنا خیال رکھا جائے گا۔ اتحاد اور تعاون کی راہیں اسی قدر ہموار اور آسان ہوتی جائیں گی اور خود بخود ایک ایسی فضا تیار ہونے لگے گی جس سے عملی اتحاد کی نئی نئی صورتیں سامنے آئیں گی اور غلط فہمی اور بد دلی کے حجابات نگاہوں کے سامنے سے ہٹ جائیں گے۔ اس

احتیاط اور رعایت فراخ دلی و عالی ظرفی اور یقین و اعتماد کے ساتھ ہمیں اس راہ میں قدم اٹھانا زیادہ مشکل نہ ہوگا اور خدا کی مدد انشاء اللہ ہمارے شامل حال ہوگی۔

دوسری اہم ترین چیز جس کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے وہ خود اعتمادی اور اخلاقی جرأت ہے جو روز بروز کمزور اور مضمحل ہوتی جا رہی ہے اندیشہ ہے کہ یہ کسی بڑے خطرہ کی علامت اور عمومی زوال کا پیش خیمہ نہ ہو اور رفتہ رفتہ مردہ دلی اور مایوسی اور خوف و بے یقینی اس قوم کا مزاج اور شعار نہ بن جائے۔

عوام تو در کنار امت کا وہ ممتاز طبقہ بھی جس کے ہاتھ میں زمام قیادت ہے روز بروز بے اعتمادی مرعوبیت اور احساس کمتری کا شکار ہوتا جا رہا ہے اور اس کو اپنے مرض کا علاج اور اپنے مسئلہ کا حل صرف اسی میں نظر آ رہا ہے کہ اکثریت کے نمائندے اس کی مظلومیت اور بے بسی پر ترس کھا کر ظلم و خونریزی کی اس لہر کو بڑھنے سے روک دیں۔

یقیناً یہ کوئی ہندو مسلم مسئلہ نہیں اور پورے ملک کا سوال ہے اور اس صورت حال سے سب کو متحدہ اور مساویانہ طور پر نمٹنا ہے لیکن جو طرز فکر ہمارے رہنماؤں میں عام اور مقبول ہوتا جا رہا ہے اس کو کسی طرح درست نہیں کہا جا تا۔

مسلم صحافت ہو یا مسلم قیادت صاف گوئی اور توازن، حقیقت پسندی اور جرأت کے ساتھ مسائل پر غور کرنے کی صلاحیت و اہلیت برابر کم ہوتی جا رہی ہے اور کوئی اللہ کا بندہ ایسا نظر نہیں آتا جو اس سطح سے بلند ہو کر بات کرے اور کسی جھجک اور مرعوبیت کے بغیر اپنا نقطہ نظر پیش کرے اور لوگوں کو اس کی معقولیت اور اہمیت تسلیم کرنے پر آمادہ کر سکے۔ الجمعیۃ۔ ندائے ملت۔ اور دعوت کے صفحات پر کبھی کبھی اس جرأت رندانہ اور ادائے قلندرانہ کی کچھ جھلکیاں ضرور نظر آ جاتی ہیں اور کوئی شبہ نہیں کہ الجمعیۃ کے مدیر نے اس معاملہ میں مسلم صحافت کے لئے ایک اچھی مثال قائم کی ہے لیکن ایسی مثالیں اتنی محدود اور کمیاب ہیں کہ ان سے صورت حال میں کوئی خوشگوار تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی

زندگی اور عزت بھیک مانگنے سے کبھی نہیں ملتی، زندگی تو اس شخص کے قدم لیتی ہے جس کی نگاہ بلند اور سر اونچا ہو جس میں یقین و خود اعتمادی اطمینان و بے خوفی اس درجہ کو پہونچ چکی ہو کہ لوگ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں اور اس کی بات کا نوٹس لینے پر مجبور ہوں

یہ بات ہماری قیادت اور صحافت میں بہت نمایاں طور پر نظر آنی چاہئے کہ اس کے بغیر عام مسلمانوں کے رجحان اور رویہ میں بھی کوئی تبدیلی نہ ہو سکے گی اور وہ ان سے زیادہ بے اعتمادی، شکست خوردگی اور خوف و ہراس کا شکار ہو جائیں گے۔ یہ بات کسی خاص سیاسی پہلو اور وقتی مسئلہ تک محدود نہیں۔ ہر شعبہ میں خواہ وہ علمی و دینی ہو یا اخلاقی و معاشرتی، اعتماد اخلاقی جرأت اور داعیانہ جذبہ ایک ایسا ناگزیر عنصر ہے جس کے نقصان سے بعض اوقات ان لوگوں سے بھی جن سے بجا طور پر خود اعتمادی، بلند نظری، عالی ظرفی اور اخلاقی جرأت کی توقع ہوتی ہے ایسی مضحکہ خیز اور سطحی باتیں ظہور میں آتی ہیں جو متوسط سطح کے لوگوں کے معیار سے بھی فروتر سمجھی جاتی ہیں اور جو ان کے مرتبہ اور مقام سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں اور ان کو بالکل زیب نہیں دیتیں،

آخر میں اتنی بات اور عرض کرنا ہے کہ یہ فسادات کوئی منہ زور گھوڑا نہیں جس کی لگام کسی کے ہاتھ میں نہ ہو۔ ہر چیز کی باگ ڈور خدا کے ہاتھ میں ہے اور اس کے اشارہ سے قیاس و اندازہ کے بالکل خلاف حالات کو بدلنے اور مایوسی کے بجائے امید، ذلت کے بجائے عزت، بے بسی کے بجائے اختیار و قوت، حاصل ہوتے کچھ دیر نہیں لگتی اور یہ سب اس طرح ہوتا ہے کہ اس کی ظاہری توجیہ اور تاویل بھی سمجھ میں نہیں آتی ولله جنود السماوات والارض لیکن اس کے لئے ایک فرد کی حیثیت سے بھی اور قومی زندگی میں بھی تقویٰ، صبر اور عزیمت کے اوصاف پیدا کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے موجودہ حالات میں قرآن کا پیغام بہت مختصر اور صاف ہے۔

فاصبر ان وعد الله حق ولا یستخفنك الذین لا یوقنون۔

(پس صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور آپ کو پریشان اور فکرمند نہ کریں وہ لوگ جو یقین سے محروم ہیں۔)

حضرت یوسف کے قصہ میں ارشاد ہے:

انه من یتق ویصبر فان الله لا یضیع اجر المحسنین

(بے شک جو تقویٰ اختیار کرے گا اور صبر کرے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع کرنے والا نہیں)

والعاقبة للمتقین

(اور انجام پرہیزگاروں اور خدا کا ادب و لحاظ کرنے والوں کے لئے ہے۔)

کچھ نصاب کے متعلق!

دارالعلوم میں اس سال جو نیا نصاب جاری کیا گیا ہے اس کے متعلق یہ وضاحت بہت ضروری ہے کہ یہ نصاب نافذ ضرور کر دیا گیا ہے لیکن اس کو مکمل طور پر عملی جامہ پہنانے میں قدرتی طور پر وقت لگے گا۔ خاص طور پر انگریزی کا جو معیار قائم کیا گیا ہے وہ اچانک جوں کا توں نافذ نہیں کیا جا سکتا طلبہ کی اکثریت انگریزی سے ناواقف ہے اس لئے ان سب کا خیال رکھتے ہوئے تدریج کے ساتھ اس کی مقدار بڑھائی جائے گی۔ اس مرحلہ کے بعد رفتہ رفتہ طلبہ اس قابل ہو سکیں گے کہ اس معیار کی انگریزی کے لئے تیار ہو سکیں اور اس کی استعداد ان میں پیدا ہو۔ اسی طرح یہ نصاب حرف آخر نہیں حالات و ضرورت کے مطابق اس میں ترمیم و اضافہ کی گنجائش ہمہ وقت موجود ہے اور ہمیشہ اس تغیر کو روا سمجھا گیا ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ جس قدر تیزی کے ساتھ ممکن ہو اس جدید نصاب پر مکمل عمل درآمد کیا جا سکے اور وہ مقصد حاصل ہو جس کے لئے اس میں یہ تغیرات کئے گئے ہیں۔

ایک مسرت انگیز خبر

ہم کو یہ سنکر خوشی ہوئی کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے ایک مضمون سے متاثر ہو کر جو مسلمانان ہند سے صاف صاف باتیں" کے عنوان سے ہفت روزہ ندائے ملت لکھنو میں شائع ہوا تھا: ہمارے کرم فرما جناب شیخ فیاض علی صاحب نے اپنی صاحبزادی کی شادی کے موقع پر نہ صرف یہ کہ دعوت میں ایک بہت بڑی تعداد کم کر دی بلکہ اس شادی کے ساتھ انھوں نے ۴-۵ غریب و نادار لڑکیوں کے جہیز کا بھی انتظام کر دیا اور وہ روپیہ جو اس طرح ضائع ہوتا ایک صحیح اور ضروری مصرف میں صرف کیا۔

ان سطور کی اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے حضرات کو بھی اس بات کی طرف توجہ ہو اور وہ اس کی اہمیت سمجھیں اور تقریبات میں اس کا خاص طور پر لحاظ رکھیں کہ اس موقع پر اسراف اور نام و نمود کے بجائے انکے ذریعہ کسی ضرورتمند کی اعانت و خدمت ہو جائے اور ان کی وجہ سے کسی کا گھر آباد اور کسی کی پریشانی رفع ہو جائے کیا عجب یہی چیز آخرت میں انکی مغفرت کا سامان بنیں۔

ان الحسنات یذھبن السیئات۔

اندلس کی وادیوں میں

مولانا محمد اویس نگرامی ندوی

۳:

مسلمانوں میں اگر کوئی شخص عیسائی بن جاتا تو دوسرے لوگ اس کا بائیکاٹ کر دیتے تھے چنانچہ ۱۵۱۰ء میں ارغون کے چند مسلمان عیسائی بنا لئے گئے تھے اس لئے ان کے اہل و عیال نے ان کو چھوڑ دیا تھا۔

صرف یہی نہیں کہ یہ مسلمان اپنے دین پر حتی الامکان قائم رہنے کی کوشش کرتے تھے بلکہ اس معذوری اور مجبوری کے عالم میں بھی تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام وہ انجام دے رہے تھے چنانچہ ۱۵۳۳ء کو جناب پوپ صاحب کا ایک حکم جاری ہوا جس میں بلنسیہ ارغون اور قتلونیہ کے مسلمانوں پر یہ الزام لگایا گیا کہ انھوں نے بہت سے عیسائیوں کو مسلمان بنا لیا ہے اور بہت سے دیہات ہو بھاے عیسائیوں میں پھیلا دیے ہیں جس سے مذہب مسیحی کو سخت خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

بعض مواقع پر جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ان کے لئے نجات کی کوئی صورت نہیں ہے تو انھوں نے ترک وطن کر دیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں صرف افریقہ کی طرف جانیوالوں کی تعداد پچیس ہزار آدمیوں کی تھی۔

تنگ آمد بجنگ آمد والی صورت بھی پیش آئی چنانچہ البیسن میں ایک جوان لڑکی کو گرفتار کیا گیا اس کو گھسیٹتے ہوئے لئے جا رہے تھے کہ اس نے چلانا شروع کر دیا کہ یہ لوگ مجھ کو زبردستی عیسائی بنانے کے لئے کھینچے لئے جاتے ہیں ایک جم غفیر جمع ہو گیا اور انھوں نے سپاہی کا کیا غرناطہ کے بہت سے مسلمان جلاوطن ہو چکے تھے مگر بہت سے مسلمان البغارہ کے پیچ پہاڑوں میں چلے گئے تھے جہاں پہونچ کر وہاں کے محنت کش اور سخت دل پہاڑیوں کو بغاوت پر آمادہ کر لیا تھا۔ پورے علاقے کا یہ حال تھا کہ ایک جگہ بغاوت فرو کی جاتی تو دوسری جگہ شروع ہو جاتی تھی۔ رونڈا اور سیرا میجا کے لوگ ڈٹے ہوئے تھے کہ ان کو جبراً عیسائی نہ بنا لیا جائے۔ عیسائی ان پر آئے دن جو حملہ کرتے تھے اس سے کبھی وہ چڑھ گئے تھے اس لئے ان حملوں کے جواب میں مسلمان بھی انتقامی حملے کرتے رہتے تھے جس کے انسداد کے لئے بار بار اندلسیہ کی فوج کو طلب کرنا پڑتا تھا۔ اس طرح ارغون میں کئی جگہ مسلمان شمشیر بکف ہو گئے۔ مسلمانان المناسر اپنے دروازے بند کر کے بیٹھ رہے۔ اور ان منادوں کو اپنے یہاں گھسنے نہ دیا جو ان کو اصطباغ دیتے آ رہے تھے۔ جنوری تک وہ مقابلے میں جمے رہے۔ ایک موقع پر لارڈ آف کو البشیا نشہ میں بدی سے سرشار ہو کر اپنے سترہ بہادر جلادوں کو ساتھ لے کر اس غرض سے چلے کہ مسلمانوں کو عیسائی بنا لیں گے مگر مسلمانوں کو اس کی خبر عین وقت پر پہونچ گئی تھی۔

یہ لوگ ایک جگہ کمین گاہ میں جا بیٹھے اور لارڈ موصوف کو ان کے رفیقوں سمیت اسی جگہ ہمیشہ کے لئے سلا دیا۔ پڑیوں کے قریب مسلمانوں کا قبضہ تھا وہاں کے مسلمان بہت مضبوط تھے۔ اس قصبہ میں محتسب صاحب دورہ کے لئے آئے لیکن ان کے دورہ کا حال جانتے ہوئے یہ لوگ اسلامی رسوم اور عبادت سے باز نہیں آئے اس سلسلہ میں ایک شخص کو گرفتار کیا گیا مگر تقریباً ایک ہزار آدمی شمشیر بکف میدان مقابلہ میں آ گئے اور شخص مذکور کو رہا کرا لیا۔ غرناطہ کے مسلمانوں نے گو ظاہری طور پر اصطباغ لے لیا تھا مگر درحقیقت وہ دل سے مسلمان ہی رہے۔ وہ گرجاؤں میں جاتے تھے تو محض جرمانے سے بچنے کے لئے بمقابلہ یکشنبہ کے وہ جمعہ کی حرمت زیادہ کرتے تھے۔ دسمبر کی سخت سردیوں میں بھی غسل کرتے تھے اور بڑی پابندی کے ساتھ نماز پڑھتے تھے قانونی خانہ پری کرنے کے لئے وہ اپنے بچوں کو اصطباغ دلواتے تھے مگر اصطباغ کے بعد وہ بڑی کاوش سے اپنے بچوں کو غسل دیتے تھے تاکہ مقدس کا نشان بھی ان کے بدن پر نہ رہ جائے۔ لڑکوں کا ختنہ کراتے اور ان کے اسلامی نام رکھتے تھے۔ دلہن کو عیسائیوں سے مانگ کر مسیحی لباس پہنا کر گرجاؤں میں لے جاتے تھے مگر وہاں سے واپس آ کر وہ کپڑے اتار کر پھینک دیتے تھے اور بڑی دھوم دھام سے اسلامی طریقے پر نکاح کرتے تھے۔

محکمہ احتساب کے کارندے ان مسلمانوں کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے اور وہ ہر قیمت پر ان اسلامی رسوم کو بند کر دینا چاہتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں کوئی بھی مسلمان ایسا نہ تھا جس کو ہر وقت اپنی گرفتاری کا اندیشہ نہ ہو ان سب نے ملکر اپنے گروہ بنا لئے اور جا بجا ایسی وارداتیں ہوئیں کہ فوج کے سوا معمولی حکام ان کا انتظام نہ کر سکتے تھے۔ یہی وہ حالات تھے جو آہستہ آہستہ بڑھتے رہے اور غرناطہ کی عظیم الشان بغاوت کا باعث بنے۔

سطور بالا کے پڑھنے سے معلوم ہو گا کہ گو مسلمانوں نے اپنی حکومت عیسائیوں کو دے دی تھی مگر وہ مذہب دینے پر کسی طرح راضی نہ تھے۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر ظلم و استبداد کے ان مجسموں کے مقابلے میں وہ جو کچھ بھی کر سکتے تھے کرتے تھے۔ ایسا ہرگز نہ تھا کہ حکومت کے مٹنے اور ہاتھ سے طاقت کے جاتے ہی ان کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ سراپا انقیاد و اطاعت بن گئے ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمان اپنے حاکموں کے لئے بلائے جان بن گئے تھے۔

اس کوشش میں کہ ملک بھر میں ایک ہی مذہب رہے خوشامد اذیت ترغیب ترہیب سے کام لے کر دیکھا گیا مگر سب کچھ سعی لاحاصل ثابت ہوئی بالآخر بہت غور و فکر کے بعد رائے یہ قرار پائی کہ پورے اسپین سے مسلمانوں کو جلاوطن کر دیا جائے۔ فرمان جلاوطنی شائع ہوا اس میں لکھا تھا۔

”سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ان کے کفر سے ملک کو پاک کر کے خوشنودی الٰہی حاصل کی جائے ان کو عیسائی بنانے کی پوری کوشش کر لی گئی لیکن سب بیکار گئی بنا بریں بادشاہ نے یہ قرار دیا ہے کہ سب کو ملک بربر میں بھیج دیا جائے۔“

اس فرمان کے الفاظ کس طرح اندلس کے نئے حکمران کی ناکامی کا اعلان کر رہے ہیں۔ سچ ہے قتل عام ممکن ہے جلاوطن کر دینا ممکن ہے۔ لیکن جبر و تشدد سے کسی قوم کے افکار کو بدل دینا اس کے مراسم کو مٹا دینا اس کی تہذیب کو فنا کر دینا ممکن نہیں ہے۔

شاید خیال ہو کہ جلاوطنی کے حکم سے مسلمانوں میں سراسیمگی پیدا ہو گئی ہوگی۔ یہ بات نہ تھی بلکہ جلاوطنی کا یہ فرمان مسلمانوں کے حق میں پیغام حیات تھا۔ جائیداد اور اپنے آباء و اجداد کا ملک چھوڑنے کے بعد مسلمان خوش تھے کہ وہ ایسے ملک جا رہے ہیں جہاں وہ آزادی سے اپنے مذہب کے رسوم کو ادا کر سکتے تھے اور یہاں کے ایسے ظلموں سے بچ جائیں گے جو ان کو پیسے ڈالتے تھے جہازوں پر سوار ہونے کے لئے ایک نے دوسرے پر سبقت لے جانا چاہا مسلمانوں کی روانگی لوگوں کے لئے تماشا بن گئی تھی شرفاء اپنی عورتوں کو لئے یہ تفریح دیکھنے کے لئے آ گئے۔ مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے تہنیت کا گیت سن کر اپنی قیمتی پوشاکیں انعام میں دیں۔ جہازوں تک قصائد پڑھتے ہوئے اس چہل پہل کے ساتھ آتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی شادی میں شرکت کے لئے جا رہے ہیں۔ ایک شخص نے کسی عالم سے دریافت کیا کہ بادشاہ کے اس حکم (بقیہ ص ۷ پر دیکھئے)

شرعی امور کے مراتب قائم کرکے قافلہ کی رہنمائی وقت کا اہم ترین فریضہ ہے

مولانا محمد تقی امینی مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

بصیرت قافلہ والوں میں پیدا ہو تو کیوں کر ہو
جو میر کارواں ملتا ہے بے ادراک ہوتا ہے

قومی و جماعتی زندگی کے مختلف دور ہوتے ہیں اور ہر دور کی ضرورتیں جداگانہ ہوتی ہیں۔ بہت سے وہ کام جو ایک وقت میں مفید ہوتے ہیں دوسرے وقت میں غیر مفید بلکہ ضرر رساں ہوتے ہیں۔

اسی طرح بہت سے وہ تقاضے اور مطالبے جو ایک دور میں ابھر کر سامنے آتے ہیں دوسرے دور میں ان کی گنجائش نہیں ہوتی ہے۔

ایک بیصر رہنما کا فرض ہے کہ قومی حالات اور ضروریات کو ملحوظ رکھ کر شرعی امور کے مراتب قائم کرے اور اس انداز سے مذہب کی تبلیغ کرے کہ ایک طرف اس کے ذریعہ اللہ سے رشتے مضبوط ہوں تو دوسری طرف مذہب اور زندگی کا باہمی رشتہ منقطع نہ ہونے پائے۔

آئے دن کے فسادات اور اقتصادی بدحالی نے ہندی مسلمانوں کو ایک نئے موڑ پر کھڑا کر دیا ہے، ان کی زندگی کا دالفقر ان یکون کفراً (قریب ہے کہ فقر افلاس انھیں کفر تک پہنچا دے) کی تفسیر بنی ہوئی ہے ان کے عفت و عصمت کے آبگینے چکنا چور ہونے پر آمادہ ہیں اور معصوم بچوں کی تشنہ لبی اور ضروریات سے محرومی ناقابل برداشت حد کو پہونچی ہوئی ہے۔

ایسی حالت میں لازمی طور پر بہت سی ایسی چیزوں کو اہمیت حاصل ہو گئی ہے جن کی پہلے اتنی زیادہ ضرورت نہ تھی اور بہت سے ان کاموں کی اہمیت ختم ہو گئی ہے جو عام حالات میں ضروری سمجھے جاتے ہیں۔

اس وقت غریب اور مظلوم مسلمانوں کے معاش کا مسئلہ اس قدر نزاکت اختیار کئے ہوئے ہے کہ اگر اسکی طرف فوری اور منظم توجہ نہ دی گئی تو مذہب کے لئے تبلیغی اور تنظیمی کوششوں کے باوجود ان کے سنبھلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور اچھوت سے بدتر زندگی گزارنے پر وہ مجبور ہوں گے۔

جن لوگوں نے علم و بصیرت کی روشنی میں شریعت الٰہیہ کے مزاج کو سمجھا اور احکام شرعیہ کی ترتیب میں غور کیا ہے وہ اس حقیقت سے انکار نہ کر سکیں گے۔ کہ موجودہ حالات میں بہت سے مسائل کی ترتیب بدل گئی ہے۔ رواجی نیکیوں اور نفلی عبادتوں میں خرچ کرنے کی کوئی قیمت نہیں باقی رہی ہے۔ اس وقت شرعی لحاظ سے سب سے بڑی نیکی اور مقدم ترین فرض اللہ کے ان بیکس بندوں کو فائدہ پہنچانا ان کی حاجت روائی کرنا اور معاشی لحاظ سے ان کو خود کفیل بنانا ہے

اللہ کی محبت اس کے بندوں کی محبت سے ہو کر گذرتی ہے جو شخص اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کے بندوں سے محبت کرنا سیکھے اور ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھے۔

قرآن حکیم میں ہے:

ویطعمون الطعام علی حبّہ مسکینا ویتیما واسیراً انما نطعمکم لوجہ اللّٰہ لانرید منکم جزاءً ولاشکوراہ	اور اللہ کی محبت میں وہ مسکینوں یتیموں قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا یہ کھلانا محض اللہ کی رضا کے لئے ہے نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کسی طرح کی شکرگزاری کے خواہاں ہیں۔

ایک حدیث قدسی میں مذکورہ حقیقت نہایت موثر انداز میں بیان کی گئی ہے اسپر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

یاابن ادم مرضت فلم تعدنی قال کیف اعودک وانت رب العٰلمین قال اما علمت ان عبدی فلاناً مرض فلم تعدہ اما علمت انک لوعدتہ لوجدتنی عندہ یاابن ادم استطعمتک فلم تطعمنی قال یارب کیف اطعمک وانت رب العالمین قال اما علمت انہ استطعمک عبدی فلان فلم تطعمہ اما علمت انک لواطعمتہ لوجدت ذلک عندی یاابن ادم استسقیتک فلم تسقنی قال کیف استقیک وانت رب العٰلمین قال استقاک عبدی فلان فلم تسقہ اما انک لوسقیتہ لوجدت ذالک عندی۔

(مسلم عن ابی ہریرۃ)

قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے ابن آدم میں بیمار ہو گیا تھا مگر تو نے میری بیمار پرسی نہ کی بندہ تعجب سے کہے گا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے۔ آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائیں گے کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی خبر نہیں لی تھی حالانکہ اگر تو اس کی بیمار پرسی کے لئے جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا (یعنی اس کی خدمت کرنے ہی میں میری خدمت گزاری تھی) اسی طرح اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا مگر تو نے مجھے نہیں کھلایا۔ بندہ عرض کرے گا۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کو کھانے کی حاجت ہو آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ جواب دیں گے کہ کیا تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں فلاں بھوکے بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے انکار کر دیا تھا۔ اگر تو اس کو کھلاتا تو میرے پاس پاتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے مجھ کو پانی نہیں پلایا، بندہ عرض کرے گا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ کو پانی کی حاجت ہو آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تجھے یاد نہیں ہے کہ میرے فلاں بندہ نے پانی مانگا تھا اور تو نے نہیں پلایا تھا اگر تو پانی پلاتا تو میرے پاس اسکو پاتا۔

بدقسمتی سے تبلیغی اور تنظیمی کوششوں کے باوجود اب تک عمومی حیثیت سے جس مذہب پر عمل درآمد ہے وہ یہی مذہب ہے جو سرمایہ داری اور جاگیرداری کے زمانے میں رائج تھا اور مسلمانوں کے زوال کا سبب تھا۔

اس کی نظر میں محرم کی سبیل، عید میلاد کے جلوس اور مسجد و درگاہ کی روشنی وغیرہ کی بڑی قدر تھی۔ لیکن غرباء کی کفالت یتیم بچوں کی نگہداشت اور بیواؤں کے ناموس کی حفاظت جیسے اہم مذہبی کاموں کی کوئی وقعت نہیں ہے اس مرحلہ میں عوام و خواص تقریباً برابر ہیں۔ سنجیدہ مذہبی حلقوں میں نفلی حج، نفلی قربانی اور مسجد و مدرسہ کی تعمیر و تزئین وغیرہ کو جو اہمیت حاصل ہے اس کے مقابلے میں مظلوموں کی داد رسی، بیکسوں کی دستگیری اور مفلوک الحال لوگوں کو سنبھالنے کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اولی الذکر کاموں میں (بقیہ ص ۱۲ پر)

گنج شہیداں

مولانا محمد ثانی حسنی

محو آرام ہیں جس خاک پہ اصحاب احد
ایک مہجور کا اس گنج شہیداں کو سلام

صبح کا سہانا وقت ہے، کچھ لوگ گاڑیوں پر اور اکثر پیادہ پا جبل احد کی زیارت کو آرہے ہیں۔ یہ احد کا پہاڑ مدینہ طیبہ کی آبادی سے تقریباً دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر ہے، جبل احد کا یہ دامن اور اسی کے متصل جبل رماۃ اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت کا مالک ہے۔ ۳ھ میں غزوۂ احد کا معرکہ یہیں تو گرم ہو چکا ہے۔ یہیں تو محبت و عشق، ایثار و قربانی، شوق جہاد اور شہادت کی ایسی مثالیں پیش کی گئی ہیں جن کو کسی قوم اور کسی ملک کی تاریخ پیش نہ کر سکی ہے، نہ کر سکے گی، آج بھی اس کا ذرہ ذرہ اس کا گوشہ گوشہ ان قربانیوں اور لازوال قربانیوں کی گواہی دے رہا ہے، مگر یہ سب ان کے لئے ہے جو حساس دل اور سچی عقیدت کے مالک ہیں، اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْریٰ لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ

آپ یہاں آئیے تو جبل احد کو اس کے غار کو اس کے دامن کو وادی قناۃ کو جبل رماۃ کو صرف ایک سیاح کی حیثیت سے نہ دیکھئے، عبرت و موعظت کی خاطر دیکھئے، عشق و محبت کا پیکر بن کر دیکھئے، عقیدت کی نگاہ سے دیکھئے، بیدار ضمیر، حساس دل، غیرت و حمیت کو اجاگر کرکے دیکھئے تو آپ اس کوہ و دامن میں ایک زندہ معرکہ برپا ہوتا دیکھیں گے جو آپ کے دل و دماغ میں ایک انقلاب پیدا کر دے گا، آپ کی سوئی ہوئی زندگی کو بیدار کر دے گا، آئیے اب اسی احساس کے ساتھ اس وادی کی سیر کیجئے۔

یہ جبل رماۃ جو ایک چھوٹی سی پہاڑی نظر آرہی ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵۰ تیر انداز مقرر کئے تھے جو فتحیابی کے بعد اپنی جگہ سے ہٹ گئے تھے ان کا ہٹنا تھا کہ جنگ کا نقشہ پلٹ گیا اور فتح شکست سے بدل گئی

یہ وہ وادی ہے جہاں حضرت حمزہؓ اپنی بہادری کے کرشمے دکھا رہے تھے کہ ناگاہ پیچھے ایک پتھر کی پشت سے حبشی ایک تیر پھینکتا ہے جو ان کے لگتا ہے اور وہ وہیں جام شہادت نوش فرماتے ہیں، یہ دیکھئے سامنے اسی بہادر، سید الشہداء عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہؓ کا مزار ہے۔ دشمن ان کا جگر چباتے ہیں، ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں، ان کی شہادت کا اثر سرکار دو عالم پر بے حد پڑتا ہے اور اس ظلم و درندگی سے زمین و آسمان کانپ اٹھتے ہیں

یہ وہ وادی ہے جہاں مسلمان فتح کے بعد ناگہانی حملہ سے بدحواس ہو جاتے ہیں اور تتر بتر ہو جاتے ہیں ایک طرف سے حضرت انس بن النضر نظر آتے ہیں پوچھتے ہیں کیا ہے؟ خبر اڑ جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ حضرت انس فرماتے ہیں موتوا علی ما مات علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تم بھی اس پر جان دے دو جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان جان آفریں کو سپرد کیا۔

ہوا واصل بحق وہ جان جاں جس کام کی خاطر
چلو ہم بھی کریں آغاز اس انجام کی خاطر

یہ وہ وادی ہے کہ جنگ کی حالت میں ایک صحابی بھوک سے بیتاب ہو کر کھجوریں کھاتے ہیں، سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، دریافت کرتے ہیں یا رسول اللہ اگر میں راہ خدا میں جان دوں تو میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا، ارشاد ہوتا ہے جنت میں، وہ کھجوریں پھینک دیتے ہیں اور لڑتے لڑتے جان دے دیتے ہیں ؎

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

یہ وہ جگہ ہے کہ مکہ کا لاڈلا اور ناز و نعم کا پروردہ مدینہ کا معلم اول مصعب بن عمیر لڑتے لڑتے جان دے دیتا ہے اور حال یہ ہے کہ کفن کے لئے کپڑا نہیں، ایک چادر ہے اگر سر چھپایا جاتا ہے تو پیر کھل جاتا ہے اگر پاؤں پر چادر ڈالی جاتی ہے تو سر کھل جاتا ہے۔

یہ وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تیروں کی بارش ہوتی ہے، آپ فرماتے ہیں کون ہے جو میری مدافعت کرے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بڑھتے ہیں۔ ایک کافر آگے بڑھتا ہے تلوار کا وار کرتا ہے آپ کے خود کی کڑیاں چہرے پر لگ جاتی ہیں، حضرت عبداللہ بن جبیر آگے بڑھتے ہیں گرتے ہوئے خون کو چوس لیتے ہیں، آپ فرماتے ہیں جس کے پیٹ میں میرا خون گیا اس پر دوزخ حرام ہے۔

یہ وادی عشاق کا مشہد ہے، یہاں صحابہ جاں نثاری کا بڑھ بڑھ کر ثبوت دیتے ہیں۔ پروانوں کی طرح اپنے پیارے نبی پر جان دیتے ہیں، ایک شہید ہوتا ہے تو دوسرا آگے بڑھتا ہے، وہ شہید ہوتا ہے تو تیسرا بڑھتا ہے۔ اپنے اپنے سینوں پر ستر ستر زخم کھاتے ہیں اور حضور کے سامنے ہو کر ڈھال کا کام کرتے ہیں اور فخر کرتے ہوئے جان دے دیتے ہیں۔ خون میں نہاتے ہیں اور جنت کی خوشبو محسوس کرتے ہوئے جنت چلے جاتے ہیں۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

یہاں کا چپہ چپہ آپ کے دامن کو پکڑ کر پوچھتا ہے کہ تم بھی اسی رسول کی امت میں ہو جس کی امت میں یہ فداکاران رسول تھے۔ انھوں نے ایمان و یقین، عشق رسول اور محبت خداوندی میں جانیں دیں۔ خاک و خون میں لوٹے اور اپنے رب سے جا ملے، تم بتاؤ کہ تم نے کیا کیا تم زبانوں سے عشق عشق کی رٹ لگاتے ہو مگر ایک ادنیٰ خواہش بھی نہیں چھوٹتی۔

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہ کن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے پھر تو آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

یہ سامنے ایک حاطہ بنا ہوا ہے اس میں بے شمار شہداء کے مزارات ہیں، ذرا ان پر فاتحہ تو پڑھئے اور اس کے ذرات پر نظر کیجئے وہ آپ کو تسلیم و رضا کا سبق دے رہے ہیں۔

اٹھے نہ قدم جادۂ تسلیم و رضا سے
آواز یہ آتی ہے مزار شہداء سے

یہاں کا حق یہی ہے کہ ہم آپ تھوڑی دیر خاموش کھڑے ہو کر سوچیں غور کریں کہ یہ میدان کارزار کیوں برپا ہوا تھا، اتنی جانیں کیوں دی گئیں، یہ خاک و خون کا کھیل کیوں کھیلا گیا؟ ہم یہاں سے چلتے چلتے ایک سبق لے کر جائیں اور ساری زندگی اسی پر لگائیں، یہ مسجد یہ مزار سیدنا حمزہؓ، یہ حاطہ شہداء (بقیہ ص ۱۶ پر)

آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

سعید الرحمن الاعظمی

ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہوتے ہوتے پوری دنیا سے زاد و راحلہ کی استطاعت رکھنے والے مسلمان فریضۂ حج ادا کرنے کی غرض سے ایک ایسے مرکز میں جمع ہو جاتے ہیں جو ہر طرح کی دنیاوی لذتوں، عیش و آسائش اور تفریحات سے بالکل پاک ہے نہ وہاں سرسبزی و شادابی ہے، نہ دلفریب مناظر اور نہ پرسکون ماحول لیکن ایک تڑپ ہے جو ہر شخص کو کشاں کشاں اس وادی غیر ذی زرع میں لیجا رہی ہے اور طواف کعبہ کے لئے اس کو بے چین کئے دیتی ہے

ادھر فریضۂ حج ادا ہوا، ۹ ذی الحجہ کو وقوف عرفہ کی سعادت سے لوگ بہرہ اندوز ہوئے کہ ۱۰ ذی الحجہ کو یوم نحر آگیا۔ عید الضحیٰ کی صبح طلوع ہوئی اور پورے عالم میں عید قربان کی آمد کا نہایت گرم جوشی سے استقبال ہوا۔ ہر شخص نے اپنی استطاعت کے مطابق نئے لباس کا انتظام کیا۔ امام عید کے پیچھے دوگانۂ شکر ادا کیا، عید کی فضیلت اور اس کی مشروعیت پر امام کا خطبہ سنا، اور بندگی کے اظہار کے لئے اللہ کے نام پر اس نے جانور کی قربانی دی۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی سنت کی پیروی میں اس نے اس یادگار کو دہرایا جو آج سے ہزاروں سال قبل دنیا کی تاریخ میں ایک عظیم واقعہ کی شکل میں پیش آئی اور خالق و مخلوق کے درمیان اس مستحکم رشتہ کی آئینہ دار بنی جو بندہ کو اپنے رب کے ساتھ ہوتا ہے محبت کا یہی وہ رشتہ تھا جس نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ بیٹے کی قربانی کو گوارا کر لیا اور نہ صرف گوارا کر لیا بلکہ اس نے اس کو ایک بڑی سعادت اور ایک عظیم کامیابی سمجھا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی پوری زندگی پر آپ نظر ڈالئے تو آپ کو قربانی کی مثالیں قدم قدم پر نظر آئیں گی۔ یہ زندگی وہ آئینہ ہے جس میں بندہ کو اپنی سچی تصویر نظر آسکتی ہے۔ جہاں اسباب و وسائل سے قطع نظر کرکے صرف مسبب الاسباب پر توکل کامل اور یقین کی صحیح مثال موجود ہے۔ جہاں آگ کے شعلوں میں پورا اطمینان و سکون ہے۔ ایک بے آب و گیاہ وادی میں جہاں زندگی گزارنے کے لئے پانی کا ایک قطرہ بھی موجود نہیں ہے۔ بیوی اور چھوٹے سے بچے کو انتہائی اطمینان و سکون قلب کے ساتھ محض اللہ کے اعتماد پر چھوڑا جا سکتا ہے، بت پرستی کے خلاف دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتوں سے تن تنہا جنگ کا اعلان کیا جا سکتا ہے۔ باپ کی شفقتوں سے محض اس لئے محروم ہوا جا سکتا ہے کہ وہ بت پرستی سے باز نہیں آتا۔

اگر ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے پر نظر ڈالیں اور اس وقت کی زندگی کا جائزہ لیں تو ہم کو صاف نظر آئے گا کہ پوری دنیا اس وقت اسباب و وسائل کے سامنے سر بسجود تھی۔ ہر شخص کی زندگی مسبب الاسباب سے ہٹ کر اسباب کے سہارے گزر رہی تھی۔ یہاں تک کہ اسباب معبود کی شکل اختیار کر گئے تھے اور وسائل ہی کو لوگ قادر مطلق سمجھنے لگے تھے، مادیت، زندگی کی مصنوعی شکلیں اور مظاہر یہ وہ چیزیں تھیں جو زندگی پر مسلط ہو چکی تھیں۔

ایسے وقت میں توحید کی ایک آواز اٹھی جس کی صدائے بازگشت سے بحر و بر اور دشت و جبل سب کانپ اٹھے، یہ وہی آوازۂ حق تھا جس کو حضرت ابراہیم اللہ کے خلیل نے اللہ کے حکم سے بلند کیا تھا اور دنیا کی سب سے عظیم طاقت کو جو اس زمانے میں مادیت کے سہارے جی رہی تھی چیلنج کیا تھا، اور آخرکار وہ عظیم طاقت اس آوازۂ حق کی تاب نہ لا سکی اور اس طرح صفحۂ ہستی سے اس کا وجود مٹ گیا جس طرح ریت کی دیوار کو ہوائیں اڑا دیتی ہیں۔

عید الاضحیٰ آج اسی زندۂ جاوید نبی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی سراپا جہاد زندگی کی ایک یادگار ہے جس میں ہر وقت اور ہر زمان و مکان کے لئے عبرت کا ایک ایسا مرقع ہے کہ اگر وہ قوموں کے پیش نظر ہو تو دنیا کی ہر طاقت اور بڑی سے بڑی قوت ان کے سامنے سرنگوں ہو سکتی ہے اسباب و وسائل پر اعتماد کے خلاف جنگ کا اعلان اس میں ہر ہر قدم پر ہے اور وقت کے ہر نازک مسئلۂ زندگی کی ہر پیچیدہ گتھی کا حل اس میں موجود ہے۔

توحید خالص، اسباب و وسائل کے خلاف جنگ۔ توکل علی اللہ کا سچا نمونہ اگر آپ دیکھنا چاہیں تو ابراہیم علیہ السلام کی زندگی پر نظر ڈالئے۔ اللہ کی سچی محبت اس کی راہ میں ہر محبوب چیز کی قربانی، وقت کے نعروں اور مادی زندگی کے خلاف آواز اٹھانے اور سچے اصول پر ثابت قدمی اور استقامت کا نمونہ آپ کو اسی زندگی میں نظر آئے گا۔

آج جبکہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی یادگار منانے جا رہے ہیں اور عید الاضحیٰ کی پرمسرت تقریب کے موقع پر ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کر رہے ہیں کتنا ضروری ہے کہ اس عید کے بانی کی زندگی ہمارے سامنے ہو اور ہم ان کی زندگی سے اپنی زندگی کے مسائل حل کرنے کے لئے روشنی حاصل کریں۔ کتنا سچ کہا ہے شاعر نے ؎

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

بقیہ اندلس کی وادیوں میں

جلاوطنی کی اس گرمی کے ساتھ کیوں تعمیل کی گئی ہے۔ اس عالم نے جواب دیا:۔

"ہمارا (مسلمان) بادشاہ اب ہم کو مسلمان رہنے میں مانع نہ آئے گا۔ یہاں ہمارے ساتھ غلاموں کا سلوک کیا جاتا تھا۔ اب ہم غلام تو نہ رہیں گے۔"

اندلس کی روداد غم ظالم اور مظلوم جابر اور مجبور دونوں کے لئے سرمایۂ عبرت ہے۔ ظالموں کے اگر چشم بینا اور گوش شنوا ہو تو وہ دیکھیں اور سن لیں کہ ظلم سے کمزور افراد کو دبایا جا سکتا ہے مگر افراد کے جذبات اور خیالات کو نہیں دبایا جا سکتا۔ جماعتوں پر پابندیاں عائد کی جا سکتی ہیں مگر جماعتوں کے صحیح اصول و مقاصد کو نقصان نہیں پہونچایا جا سکتا ہے۔

اسی طرح مظلوم و مجبور بھی سمجھ لیں کہ حکومت منصب اور جاہ و شرف کی کوئی بنیادی حقیقت نہیں ہے۔ اصل چیز تو قوموں کا کیرکٹر ہے جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے اپنے اصول مقاصد اور اپنی تہذیب کو زندہ رکھنا چاہتی ہے اس کو اندلس کے مسلمانوں کی طرح پریشان تو کیا جا سکتا ہے مگر مٹایا نہیں جا سکتا۔ (ختم)

ندوۃ العلماء کا عربی ماہنامہ
البعث الاسلامی
چھ سال سے برابر شائع ہو رہا ہے
۸۰ صفحات، اعلیٰ طباعت، نظر افروز سرورق
چندہ سالانہ چھ روپے
پتہ دارالعلوم، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

کسی مدرسہ کی صحیح تعریف یہ نہیں ہے کہ اسمیں عربی زبان سکھائی جاتی ہے اور عربی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں

مدرسہ تو وہ جگہ ہے جہاں خدا اور بندہ کے درمیان تعلق قائم ہوتا ہے

اس نعمت کی قدر کرو، مدرسہ کا مقصد سمجھو اور اس کے حصول کی استعداد پیدا کرو

تعلیمی سال کے آغاز پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا طلبہ سے خطاب

.... ۱۲ مارچ ۱۹۶۴ء کو ندوہ کی وسیع مسجد میں طلبائے دارالعلوم کا اجتماع ہوا۔ ہر سال تعلیم کے آغاز پر طلبہ کا یہ اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ اس مرتبہ طلبہ کی تعداد میں نمایاں اضافہ ایک خاص بات تھی۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد مولانا نے یہ تقریر فرمائی۔ افسوس ہے کہ قلم بند ہونے میں قدرتی طور پر اس میں وہ قوت باقی نہ رہی جو اس وقت تھی۔ پھر بھی طلب صادق رکھنے والوں کے لئے اس میں بہت سامان موجود ہے اور وہ اس سے بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہ تقریر درجہ ہشتم کے طالب علم نعیم صدیقی اعظمی نے قلم بند کی۔

نئے سال کے شروع میں آپ سے تعارف حاصل کرنا اور اپنے تجربات بیان کرنا ہی مناسب و موقع محل کی بات ہے ،...... آپ سے بات کرنا مشکل بھی ہے اور آسان بھی۔ ظاہر بات ہے کہ باپ جب اپنے بیٹے سے اور ایک عزیز اپنے دوسرے عزیز سے بات چیت کرتا ہے تو نہ اس کے اندر کسی تصنع و بناوٹ کی ضرورت ہوتی ہے نہ دقیق و ثقیل الفاظ کے استعمال کی۔ یہی میری باتوں کی بھی حیثیت ہے۔ جانی بوجھی باتیں، عمر بھر کے تجربے، راستے کے نشیب و فراز، اس کی منزلیں، ان تمام باتوں کو آپ کے سامنے رکھنا، اس نوعیت کے اعتبار سے تو بہت آسان ہے، اس میں مجھے زیادہ سوچنے سمجھنے کی ضرورت نہیں، اور میں کیا یہاں آپ کے اساتذہ میں سے جو کوئی بھی آپ سے بات کرے اسے زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں ؎

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں

لیکن اسی کے ساتھ ساتھ آپ سے بات کرنا مشکل بھی ہے۔ اس لئے کہ میں آپ سے اتنی باتیں کرنا چاہتا ہوں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہاں سے شروع کروں اور کہاں ختم کروں۔ باتوں کا ایک اتھاہ سمندر ہے اور اس کے اتنے محرکات ہیں جن میں سے کسی ایک کا نظر انداز کرنا مشکل ہے لیکن ہر مشکل کا ایک حل ہے اور اس کا حل یہ ہے کہ ان تمام باتوں کو مختلف اوقات میں آپ کے سامنے رکھا جائے۔

سب سے پہلے میں آپ سب کو مبارکباد دیتا ہوں۔ پرانے طلبہ کو اس لئے کہ وہ اب تک موجود ہیں۔ زمانے کی گردشیں، اس کے الٹ پھیر انھیں کہیں اور نہ پہنچا سکیں اور وہ اس کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے مقصد کے حصول میں مشغول ہیں اور نئے طلباء کو مبارکباد اس لئے دیتا ہوں کہ انھوں نے دینی تعلیم کا انتخاب کیا۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل و کرم ہے کہ اس نے آپ کے والدین کو توفیق دی کہ وہ آپ کو ایک دینی درسگاہ میں تعلیم کی غرض سے بھیجیں، بعض ایسے بھی طلباء ہیں جو زبردستی بھیجے گئے ہیں لیکن وہ بھی اللہ کے منظور نظر ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جنت میں بعض لوگ ایسے جائیں گے جن کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوں گی۔ یعنی وہ اللہ کے اتنے منظور نظر ہیں کہ وہ خود جنت میں داخل ہونا نہیں چاہتے بلکہ ان کے بیڑیاں ڈال کر اور زبردستی داخل جنت کیا جائے گا۔ اسی طرح دینی تعلیم کا حصول بھی اتنی بڑی نعمت ہے کہ جو اسکی طرف زبردستی لگائے جائیں اور وہ بغیر اپنے مقصد کو سمجھے ہوئے جبراً و کرہاً یہاں پہنچائے جائیں۔ وہ بھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ غرض یہ کہ جو جس طرح بھی یہاں آیا وہ اور اس کے والدین لائق تحسین و صد مبارکباد ہیں

مگر یہاں آپ کو کیا ملے گا؟ آپ کیا پائیں گے؟

یہ بہت وسیع موضوع ہے جس پر مفصل روشنی ڈالنے کا یہ موقع نہیں ہے اور نہ اتنا وقت ہی ہے۔ امام غزالی کی "احیاء العلوم" اس موضوع پر بہترین کتاب ہے آپ موقع نکال کر اس کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دینی درسگاہ میں طالب علم کو کیا کچھ ملتا ہے۔

ابھی ابھی قاری جب تلاوت کلام پاک میں مشغول تھا تو مجھ پر تو صرف ایک کیفیت شروع تا آخر طاری رہی اور وہ یہ کہ ہم جیسے ناپاک و نجس انسان جس کی حیثیت لاشئی محض کی سی ہے۔ وہ اور اس ذات عالی کا کلام جس نے بحر و بر، آسمان و زمین، شمس و قمر کو وجود بخشا اس کا کلام سمجھ سکیں۔ اس کے مخاطب بننے کے مستحق بن سکیں، اس کا کیا مقام ہے، وہ شخص جس کی کوئی بھی تو حیثیت اس صفحہ ہستی کے اوپر نہیں، آخر وہ اس نعمت عظمیٰ کو پاکر دیوانہ کیوں نہیں ہو جاتا گریبان کیوں نہیں پھاڑ لیتا کیا ہم اس قابل ہیں کہ خلاق عالم کے مخاطب بن سکیں۔ جب تک قاری تلاوت میں مشغول تھا مجھ پر صرف یہی ایک تاثر قائم رہا۔ یہ (فہم قرآن) اتنی بڑی نعمت ہے کہ اگر اس پر کوئی شخص خوشی سے دیوانہ ہو جائے اور گریبان چاک کرکے مجنونانہ کیفیت اختیار کرے تو کوئی تعجب انگیز بات نہیں۔ کیا ابی بن کعبؓ کا واقعہ بھول گئے۔ ذرا تاریخ کے اوراق کو الٹ کر ایک مرتبہ پھر نظر ڈالئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ خدا نے تمہارا نام لیکر کہا ہے کہ کلام پاک پڑھ کر سنو تو سیدنا ابن کعب پر والہانہ کیفیت طاری ہوگئی اور مارے خوشی کے چیخ نکل گئی اور فرمایا اُوسمانی ربی۔ اتنا کہہ کر بیہوش ہوکر گر پڑے اللہ اللہ کیا حال تھا خدا اور اس کے رسول سے محبت و وارفتگی کا جسکا عشر عشیر بھی ہمارے نصیب میں نہیں!

میرے عزیزو! اگر یہاں آپ کو کچھ نہ ملے۔ سارا مال خرچ کرنے کے بعد صرف یہی ایک نعمت ملے کہ تم خدا کے کلام کے مخاطب بننے کے اہل ہو جاؤ تو سمجھ لو کہ دنیا کی ساری لذتیں و آرائشیں سب اس ایک نعمت پر قربان، اور اس نعمت عظمیٰ کے ملنے کے بعد آپ کی ساری محنتیں وصول آپ کے والدین کی ساری کمائی حاصل۔

میرے عزیزو! یہ بات خوب ذہن میں بٹھا لیجئے کہ آپ یہاں کس لئے آئے ہیں اپنی تعلیم میں لگنے سے پہلے اپنے مقاصد کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔ آپ کس نعمت کو حاصل کرنے آئے ہیں۔ اس کے لئے ذہن کو بیدار کر لیجئے۔

تمہارا قصہ صرف یہی نہیں کہ تم زبردستی یہاں لائے گئے ہو بلکہ تمہارے اور تمہارے خالق کے درمیان ایک سنہری زنجیر ہے جسکا اگر ایک سرا تمہارے ہاتھ میں ہے تو دوسرا سرا اللہ رب العزت کے قبضہ میں۔ گویا تمہارے اور اللہ کے درمیان ایک ایسا رشتہ ہے جس کی بنا پر تم اس کے کلام کو سمجھ سکتے ہو اور اس کو اخذ کر سکتے ہو، اس سے بات کرنے کا طریقہ تمہیں معلوم ہے۔

میں کسی بھی مدرسہ کی یہ تعریف ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ جہاں ایسی زبان سکھائی جاتی ہے جس کی بدولت عربی کتابیں پڑھی جا سکیں اور اس سے دوسرے دنیاوی فائدے اٹھائے جا سکیں۔ عربی مدرسہ کی ہرگز ہرگز یہ تعریف نہیں بلکہ وہ تو وہ جگہ ہے جہاں طالبعلم کے درمیان جیسا کہ میں نے پہلے کہا اور خدا کے درمیان ایک بلا واسطہ کی کڑی ہے جسکا ایک سرا ادھر ہے اور دوسرا اللہ کے قبضہ میں ہے۔

میرے عزیزو اس بات کو سمجھو کہ اس نعمت عظمیٰ کا اہل بننے کے لئے تمہیں کن باتوں کی ضرورت ہے۔ تمہیں کم سے کم کیا کرنا ہے؟ سب سے پہلے اپنے اندر شکر پیدا کرو، اکیلے میں بیٹھ کر سوچو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے راستہ پر ڈال دیا۔ اگر تم پھر اپنی سابقہ جگہ پر پہنچ جاؤ تو یہ تمہاری بڑی بدقسمتی ہے۔ اس راستہ میں اولیاء کرام، انبیاء عظام کے نقش قدم نظر آئیں گے اور اس سب سے بڑھ کر تمہیں علم نبوت کی روشنی ملے گی۔

دوسری چیز اس مدرسہ کی زندگی میں حسب استطاعت اپنے کو اس کے مطابق بنانا۔ ہر راہ کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ اس راہ کے تقاضے یہ ہیں کہ فرائض کی پابندی کی جائے۔ مثلاً نمازوں میں مستعدی، جماعت کے وقت سے پہلے مسجد آجاؤ، نوافل و دعا کا ذوق پیدا کرو۔

تیسری چیز، اپنے اخلاق کو بھی اسی کے مطابق بناؤ، تمہارے اندر صبر، زہد، استغناء کی کیفیت پیدا ہو جائے۔

چوتھی چیز، تمہارے اخلاق و آداب، طور طریق رہن سہن سب خالص اسلامی ہو، تمہارا منظر بھی اس راستے کے پیشواؤں کے مطابق ہو۔

مجھے خدا کی قسم تمہارے متعلق یہ خطرہ ہرگز نہیں کہ تم یہاں سے جانے کے بعد فقر سے دوچار ہوگے۔ خطرہ جو ہے وہ صرف اس بات سے کہ کہیں اس نعمت عظمیٰ کی ناقدری سے جو اللہ تعالیٰ تم کو عطا فرما رہا ہے قہر پروردگار نہ آجائے اور اگر تم نے شکر ادا کیا تو اس نعمت کے شکر کے عوض تمہاری استعداد کہیں زیادہ بڑھ جائے گی۔ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔

لیکن جب تک تم اپنے اندر جوہر ذاتی نہ پیدا کروگے اور استعداد میں پختگی نہ حاصل کروگے اس وقت تم کچھ بھی نہ ہوگے اور دنیا میں بھی جاکر تم کچھ نہ کر سکوگے۔

آخر میں میں اس امر کو پھر صاف صاف بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ اپنے تعلیم شروع کرنے سے پہلے اپنے مقاصد اور اپنے مقام کو پہچانو، پڑھنا استعداد پیدا کرنا ہی فرض اپنا مقصود و نصب العین بناؤ۔ اس کے علاوہ کسی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو، انشاء اللہ دنیا میں بھی کامیاب و بامراد رہوگے کامیابی و شادمانی تمہارے قدم چومے گی اور پھر اللہ رب العزت کے حضور میں حاضری کے وقت بھی سرخرو ہوگے۔ اللہ آپ کو کامیاب کرے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

★

★

مرد مسلمان

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

قہاری و غفاری، قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

ہمسایۂ جبرئیل امیں بندۂ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشان

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
دنیا میں بھی میزان قیامت میں بھی میزان

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمٰن

بنتے ہیں مری کارگہ فکر میں انجم
لے اپنے مقدر کے ستارہ کو تو پہچان

ڈاکٹر اقبال

عیدالاضحیٰ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات کی روشنی میں

حبیب الرحمٰن ندوی

عیدالاضحیٰ دراصل سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جذبۂ ایثار و فدائیت کے ایک عظیم یادگار ہے جس کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس جذبے اور اس روح کی تلاش کی جائے جس نے آنکھیں کھولتے ہی حضرت ابراہیمؑ کو حقیقت حق کے معلوم کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور آپ بے ساختہ پکار اٹھے تھے۔

انی وجہت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ۰

حق بات کے لئے بلا کسی مادی ساز و سامان کے بادشاہ وقت سے ٹکر لینا اور بلا خوف و خطر نار نمرود میں کود جانا بھرکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں اپنی عزیز بیوی اور اکلوتے بچے کو تن تنہا چھوڑ دینا اور لڑکے کو جس کی آرزو اور تمنا میں زندگی کے بہت سے قیمتی لمحے گذارے تھے عالم رویا کے ایک ادنیٰ سے اشارے پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو جانا اور خانۂ خدا کی تعمیر آپ کے خلوص و صداقت اور عزم و یقین کا کتنا شاندار نمونہ ہے۔ عیدالاضحیٰ کی تقریب دراصل اسی مرد حق آگاہ کی سنت کی تجدید و احیا کا ایک معاہدہ ہے جس کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مسلمانوں میں حق و انصاف کی لہر دوڑے۔ صداقت و راستبازی اور اخوت و مساوات کا جذبہ پیدا ہو۔ ان میں ہمت و استقلال، صبر و برداشت اور استقامت و پامردی کے ساتھ مشکلات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت و قوت پیدا ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی اپنے اندر عبرت و بصیرت کا خزانہ رکھتی ہے جو قدم قدم پر ہمیں صحیح اور حقیقی انسانی زندگی کا درس دیتی ہے اور بتاتی ہے کہ اعلیٰ مقاصد کے لئے قربانی پیش کرنے کا ہی دوسرا نام اسلام ہے اور یہی صحیح اسلامی زندگی ہے۔ اصل قربانی ذبیحہ کا دودو گوسفند نہیں بلکہ یہ تو محض علامتیں ہیں جو ہمیں دنیا میں سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہیں کیونکہ اس کے بغیر تو اس مقصد کی تکمیل ممکن ہی نہیں جس کی بنیاد آج سے ساڑھے چار ہزار برس پیشتر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھی۔

قربانی: خدا کی خوشنودی کے لئے جانوروں کو قربان کرنے کا طریقہ اکثر مذاہب میں رائج ہے۔ خصوصاً ہندوستان میں تو دیوی دیوتاؤں کے نام پر آج بھی جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ بعض غیر معروف مذاہب میں جانوروں کو ذبح کرنے کی ممانعت ضرور کی گئی ہے۔ لیکن ہندو دھرم، عیسائیت اور یہودیت جیسے مشہور مذاہب میں اس عقیدے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ یہ بات البتہ دلچسپی سے خالی نہیں کہ ہر مذہب میں قربانی کرنے کا طریقہ اور اس کی وجہ الگ الگ بیان کی گئی ہے۔ مثلاً بعض مذاہب میں قربانی کا گوشت خدا کی غذا سمجھا جاتا ہے تو بعض مذاہب میں صرف خون۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ کہیں تو جانوروں کو طرح طرح سے اذیت دیکر بتوں کے نام پر ہلاک کیا جاتا ہے اور اس کے خون کو معبد کی دیواروں پر لگا کر خدا کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے اور کہیں اس کے برخلاف قربانی کے جانوروں کو زندہ جلانے یا اسے ذبح کرکے چیل اور کوؤں کو کھلانے کا رواج ہے۔

دنیا میں صرف اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے بلا ضرورت اذیت دے کر جانوروں کو ذبح کرنے کی ممانعت کی اور دنیا میں سب سے پہلی بار یہ اعلان کیا۔

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم ۔

"صرف گوشت اور خون کی قربانی مقصود نہیں بلکہ اصل میں دلوں کی قربانی مطلوب ہے"

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ تمام عبادات میں اسلام نے صرف حج کے موقع پر قربانی کو واجب کیا اور اہل استطاعت کے لئے جو حج کے موقع پر نہ گئے ہوں مقام حج کی یاد تازہ کرنے کے لئے سال میں ایک بار صرف اس موقع پر قربانی مسنون کی تاکہ اس واقعہ کی یاد تازہ ہو جبکہ ملت حنیفی کے سب سے پہلے داعی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خواب کی تعبیر میں اپنے اکلوتے بیٹے کو خدا کے سامنے قربان کرنے کے لئے زمین پر لٹا دیا تھا۔

خطبۂ ایام تشریق

ایام تشریق کا سب سے مشہور خطبہ تو وہ ہے جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے جسے انشاء اللہ کسی اگلی فرصت میں پیش کیا جائے گا۔ یہاں بخاری شریف، ابوداؤد اور طبرانی کے حوالے سے صرف وہ الفاظ نقل کئے جاتے ہیں جو حجۃ الوداع کے علاوہ عیدالاضحیٰ کے موقعے پر آپ نے ارشاد فرمائے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں۔ عیدالفطر اور عیدالضحیٰ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ تشریف لے جاتے اور سب سے پہلے نماز پڑھتے۔ لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے۔ اور آپ ان کے مقابل کھڑے ہو کر وعظ و نصیحت اور عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے مسائل بیان کرتے۔ کہیں کوئی لشکر بھیجنا ہوتا تو اس کا انتظام کرتے اور جو حکم دینا ہوتا دیتے اور پھر لوٹ جاتے۔

(بخاری کتاب العیدین)

حضرت براء ابن عازبؓ راوی ہیں کہ عیدالاضحیٰ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ دیا۔

ان اول ما نبدأ فی یومنا ھذا ان نصلی ثم نرجع فننحر۔ فمن فعل ذلک فقد اصاب سنتنا ومن ذبح قبل ان نصلی فانما ھو شاۃ لحم عجلہ لاھلہ لیس من النسک فی شیء (متفق علیہ)

عیدالاضحیٰ کے دن پہلا کام یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں بعد ازاں عیدگاہ سے واپس ہو کر قربانی کریں جس نے ایسا کیا اس نے ہمارا طریقہ اختیار کیا مگر جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو وہ قربانی نہیں سوائے اس کے کہ گوشت اپنے گھر والوں کے لئے پہلے تیار کر لیا

ابوداؤد کی ایک روایت میں خطبے کے یہ الفاظ بھی ہیں:۔

اربع لا تجوز فی الاضاحی۔ العوراء بین عورھا و المریضۃ بین مرضھا والعرجاء بین ظلعھا والکسیر التی لا تنقی

چار قسم کے جانوروں پر بقر عید کی قربانی ناجائز ہے اول اول تو وہ جانور جس کا اندھا ہونا ظاہر ہو دوسرے وہ جس کی بیماری ظاہر ہو تیسرے وہ جس کا لنگڑاپن ظاہر ہو چوتھے وہ دبلا پتلا لاغر اور جانور جس کی ہڈیوں میں گودا تک نہ ہو۔

حضرت انسؓ بن مالک کی روایت میں خطبے کے الفاظ یہ ہیں:۔

من ذبح قبل الصلوٰۃ فانما یذبح لنفسہ و من ذبح بعد الصلوٰۃ فقد تم نسکہ و اصاب سنۃ المسلمین (بخاری کتاب الاضاحی)

(بقیہ ص ۱۶ پر)

لے یہاں سنت کا لفظ طریقہ اور مسلک کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے فقہ کا اصطلاحی معنی مراد نہیں۔

تھوڑی دیر اہلِ حق کے ساتھ

محمد یونس سنگرامی ندوی

(۱)

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:۔
"دلوں کی برائی اور اس کی بیماری کے اسباب صرف دو ہیں

(۱) علم کا فساد (۲) ارادہ کا فساد

اور ان دونوں اسباب سے دو مزید برائیاں پیدا ہوجاتی ہیں

(۱) غصہ (۲) گمراہی

پس گمراہی نتیجہ ہے علم کے فاسد ہونے کا اور ارادہ کی خرابی غیظ و غضب کو ظاہر کرتی ہے۔ اور یہی دونوں مرض سرچشمہ ہیں دنیا کی تمام برائیوں اور بے حیائیوں کا ——— ہاں ان برائیوں کو ختم کرنے کا ایک نسخہ بھی موجود ہے اور وہ ہے حق تعالیٰ کی معرفت اور قرآن کریم کے اسرار و رموز پر غور و فکر

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔
میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ زہد نام ہے ان اشیا کے چھوڑ دینے کا جن کے نقصانات آخرت میں ہوں اور تقویٰ نام ہے ان اشیاء کے چھوڑ دینے کا جن کے نقصانات آخرت میں انسانوں کو پہونچیں۔

"مدارج السالکین لابن القیمؒ"

(۲)

رات آہستہ آہستہ بیت رہی ہے دور تک ایک خوشگوار مقدس سناٹا چھایا ہوا ہے۔ چونکہ یہ علاقہ پہاڑی اور ریتیلا ہے اس لئے ٹھنڈک لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی ہے۔ انھیں پہاڑ کے دامن میں ایک اسلامی لشکر کہیں سے واپس ہوتے ہوئے تھوڑی دیر دم لینے کے لئے رک گیا ہے۔ کچھ لوگ تو سو رہے ہیں اور کچھ نیند کی آغوش میں پہونچنے ہی والے ہیں۔ دو ایک فوجی لشکر کی حفاظت کی خاطر جاگ رہے ہیں کہ شاید کسی طرف سے دشمن حملہ آور نہ ہوجائے لیکن تھکن کچھ اس غضب کی ہے کہ یہ پہرہ دار بھی اونگھنے لگے ہیں۔

ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر ہم لوگ بھی سوگئے تو لشکر کے لئے خطرہ ہی خطرہ ہے اس لئے آؤ نماز میں مشغول ہوجائیں۔ اس طرح نیند پر قابو پالیں گے یہ کہہ کر دونوں نماز کے لئے نیت باندھ لیتے ہیں۔ دوسری طرف دشمن واقعی شب خون کے ارادہ سے اسلامی لشکر کے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ دشمنوں نے جب لشکر میں کچھ سائے ہلتے ہوئے دیکھے تو آہٹ لینے کے لئے ایک تیر پھینکا لیکن جب کوئی جواب نہ ملا تو دوبارہ اور پھر سہ بارہ تیر پھینکے جو سب کے سب نماز ادا کرنے والوں میں سے ایک کے لگتے رہے لیکن وہ سایہ برابر اپنے رب سے راز و نیاز میں مصروف رہا۔ ہاں ـــ اس کا خون البتہ قریب ہی سونے والوں کو تر کرتا رہا۔ یہ سونے والے بھی آخر صحابہ ہی کی جماعت میں سے تھے۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ ایک مومن کا خون اس طرح سے بہہ رہا ہو اور وہ سوتے رہیں فوراً ہی سب جاگ گئے۔ یہ منظر دیکھتے ہی دشمنوں کے حواس باختہ ہوگئے اور اپنی راہ لی۔

جب زخمی صحابی سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے اس تکلیف کے باوجود نماز کیوں نہیں توڑی تو ارشاد فرمایا کہ جی نہ چاہا کہ جو سورہ شروع کردی تھی اس کو ختم کئے بغیر چھوڑ دوں۔

صحیح بخاری و سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ
باب الوضوء من الدم

(۳)

اموی اور عباسی خلفاء پر دنیاداری اور عیش پرستی کے اتنے موٹے غلاف چڑھ چکے ہیں یا چڑھا دیے گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے ان خلفاء کے دوسرے پہلو تاریکی کی لپیٹ میں آگئے ہیں انھیں میں ہارون رشید کا نام بھی لیا جاسکتا ہے۔

حالانکہ فضیل بن عیاض جیسا عابد و زاہد بھی ہارون کے بارے میں کہتا تھا کہ:۔
"لوگ ہارون کو ناپسند کرتے ہیں لیکن یہ شخص مجھ کو بہت پسندیدہ ہے۔

(تاریخ خطیب بغدادی ج ۱۴ ص ۱۲)

ایک مرتبہ ہارون نے ابن سماک سے نصیحت کی درخواست کی تو ابن سماک نے ارشاد فرمایا "اللہ سے ڈر جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ بات یاد رکھ کہ تجھ کو کل خدا کے روبرو حاضر ہونا ہے اور وہاں تجھ کو دو جگہوں میں سے ایک کو اختیار کرنا ہے۔ چاہے جنت نے یا دوزخ اس کے علاوہ اور کوئی تیسرا مقام نہیں ہے۔ یہ سنکر ہارون دیر تک آبدیدہ رہا۔ (تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۵۰۴)

ہارون کے بارے میں منصور بن عمار کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں صرف تین ہی آدمی تھے جن کا دل خشیت الٰہی سے لبریز تھا اور انتہائی رقیق القلب تھے (۱) فضیل بن عیاض (۲) ابو عبدالرحمان زاہد (۳) ہارون الرشید۔

(تاریخ خطیب بغدادی ج ۴ ص ۸)

خطیب و طبری کا کہنا ہے کہ ہارون الرشید روزانہ سو رکعت نفلیں ادا کرتا اور ایک ہزار درہم روزانہ خیرات کرتا حج میں بڑی الحاح و زاری سے دعائیں مانگتا تھا اور مناسک حج ادا کرتے ہوئے آنکھوں سے آنسو رواں رہتے۔

(تاریخ خطیب ج ۱۴ ص ۶ و تاریخ طبری
ج ۱۱ ص ۷۴۰ و ۷۴۱)

(۴)

حضرت یوسف ہمدانی بڑے عالم و فاضل اور اپنے وقت کے صاحب کرامات گزرے ہیں۔ ان کے بارے میں ابن خلکان کا کہنا ہے کہ ان کی ایمانی فراست بہت تیز تھی۔

جب یہ بغداد تشریف لائے تو ان کی دین داری اور علم و فضل سے پورا بغداد ان کا گرویدہ ہوگیا۔

انھیں کے بارے میں ابن خلکان کی رائے ہے کہ وہ روشنی کا ایک ایسا مینارہ تھے جن سے گمراہ اور بھٹکے ہوئے لوگ خدا کی معرفت حاصل کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ان کی مجلس میں ابن سقا نامی ایک شخص آیا اور ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ یوسف ہمدانی کچھ دیر تو خاموش رہے۔ پھر ارشاد فرمایا میں تمھاری باتوں میں کفر کی بو محسوس کر رہا ہوں اور میرا خیال ہے کہ تم بے دین ہوکر انتقال کروگے۔

ابوالفضل کا بیان ہے کہ ابن سقا کچھ دنوں کے بعد قسطنطنیہ چلا گیا اور وہیں اس کا انتقال ہوگیا اور مجھ کو معلوم ہے کہ وہ دین اسلام سے پھر چکا تھا۔ عبدالسلام بن احمد کا کہنا ہے کہ جن لوگوں نے ابن سقا کو قسطنطنیہ میں دیکھا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ابن سقا اپنے آخری وقت ایک پنکھے سے چہرہ کی مکھیاں اڑاتا جاتا اور قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ پڑھتا جاتا۔

"ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین"

ترجمہ:۔ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تمنا کرتے تھے کہ اے کاش وہ مسلمان ہوتے"

وفیات الاعیان لابن خلکان
ج ۳۔ ص ۴۲۵

براہ کرم خط و کتابت کے وقت خریداری نمبر کا ضرور حوالہ دیجئے!

کتب خانے کی سیر

کتب خانہ دارالمصنفین اعظم گڑھ

(۲)

مولوی ابو البقا ندوی

کتاب الجمل مصنف کا نام ابوالقاسم عبدالرحمن بن اسحاق زجاجی نحوی المتوفی ۳۳۹ھ ہے۔ فن نحو کا امام تھا۔ محمد بن عباس یزیدی ابوبکر بن درید سے نحو کی تعلیم خصوصی طور پر حاصل کی۔ ابواسحاق زجاج کی کثرت صحبت کی وجہ سے زجاجی کے لقب سے مشہور ہوگیا۔ وزیر عبیداللہ بن سلیمان بن وہب کا ہم جلیس و مصاحب تھا۔

اس کتاب کو اس نے مکہ کے دوران قیام میں لکھا تھا۔ کتاب کی تصنیف سے فراغت کے بعد اس نے خانۂ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا۔

یہ نسخہ ۱۰۸۱ھ کا مکتوبہ ہے۔ ۸۵۰ھ میں کسی عرب عالم کے مطالعہ میں رہ چکا ہے۔ یہ نسخہ مولانا سید سلیمان ندویؒ کو منتشر اوراق کی حالت میں ملا تھا جسے موصوف نے مرتب فرمایا جس پر ۱۳۴۷ھ کی دستخط ثبت ہے۔

نظام الغرائب اس کتاب کا تعلق فن لغت سے ہے۔ اس کے مصنف کا نام عیسیٰ بن ابراہیم بن محمد ربعی یمنی المتوفی ۴۸۰ھ ہے جس میں صرف ان الفاظ سے بحث کی گئی ہے جو اشعار وغیرہ میں کثرت سے مستعمل ہیں۔

اس کتاب کو ڈاکٹر پولس برونلی المانی نے اڈٹ کرکے ۱۹۱۲ء میں ہندوستان کے کسی مطبع سے شائع کرایا۔

یہ نسخہ ۲۰ر شعبان ۶۹۹ھ کا مکتوبہ ہے۔ کاتب کا نام محمد بن شرف الدین ہے

مباحث مشرقیہ مصنف کا نام محمد ابو عبداللہ یا ابوالفضل کنیت فخرالدین لقب ہے۔ ہرات میں شیخ الاسلام کے نام سے پکارے جاتے تھے امام صاحب کی ولادت رے" میں ۲۵ر رمضان ۵۴۳ھ یا ۵۴۴ھ میں ہوئی۔ سمنانی سے علم فقہ اور مجد جیلی سے علم حکمت کا درس لیا۔ امام صاحب نے ۶۰۶ھ میں دوشنبہ کے دن ۶۳ سال کی عمر میں ہرات میں وفات پائی۔ مباحث مشرقیہ علم الٰہی اور طبیعی میں نہایت مفصل کتاب ہے۔ امام صاحب نے اس میں حکمائے متقدمین کے تمام اقوال جمع کئے ہیں اور ان پر جو شکوک و شبہات وارد ہوئے ہیں۔ ان کے جوابات بھی دیئے ہیں اور دیباچہ میں مذکور ہے کہ اس کتاب کو ہدیۃً صاحب اتمام الدین ملک الوزراء ابوالمعالی سہیل بن عبدالعزیز متوفی کے کتب خانہ کے لئے بھیجا تھا۔

اس نسخہ کے صفحہ اول پر محمد جعفر محمد سعید حسینی کے دستخط ثبت ہیں جس پر ۱۰ر جمادی الاول ۱۱۲۰ھ کی تاریخ درج ہے ان سے ایک اور صاحب نے ۸۰ روپے اشرفی میں خریدا جس پر ۱۲۱۰ھ تاریخ درج ہے۔

دانش نامہ جہاں یہ کتاب فلسفہ سے متعلق ہے اس کا مصنف حکیم غیاث الدین علی بن علی میران حسنی اصفہانی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بدخشاں میں رہ کر علوم ہیئت سیکھا۔ سنہ ولادت اور سنہ وفات کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔ البتہ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اس نے امام کا ذکر کیا ہے اس لئے اس کا انتقال ۶۰۶ھ سے پہلے نہیں ہوا ہوگا۔

اس کتاب کے دیباچہ میں اس نے لکھا ہے کہ دنیا میں انسان کو ایک کام ایسا ضرور انجام دینا چاہئے تاکہ اس کے مرنے کے بعد اس کا نام باقی رہے۔

سرو آزاد یہ شعرا کا تذکرہ ہے جس کے مولف مولانا غلام علی آزاد بلگرامی ہیں۔ [illegible] ۲۵ر صفر ۱۱۱۶ھ میں بہ مقام بلگرام محلہ میدان پورہ میں پیدا ہوئے، کتب درسیہ میر طفیل محمد بلگرامی سے پڑھیں، عروض و قافیہ اور بعض ادب کی کتابیں میر سید محمد سے پڑھیں ۲۴ر ذیقعدہ ۱۲۰۰ھ میں انتقال کیا۔

آزاد سب سے پہلے شخص ہیں جس نے ہندوستان کے علماء اور ارباب عالم کے حالات قلم بند کئے۔

سرو آزاد کا سنہ تصنیف ۱۱۶۶ھ ۱۷۵۲ء ہے اور "نشانہ آزاد سرو سبز تازہ" سے سرو آزاد کی تاریخ نکالی گئی۔

یہ نسخہ نواب علی حسن خاں کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا جس پر سنہ کتابت ذی قعدہ ۱۲۰۲ھ درج ہے گویا آزاد کی وفات کے ۲ سال کے بعد کا لکھا ہوا ہے۔

بقیہ گنج شہیداں

یہ جبل رماۃ، وادیٔ قناۃ کا طول و عرض یہ جبل احد کا وسیع دامن اس کا وہ غار جس میں سرکار دو عالمؐ زخمی حالت میں آرام فرما تھے اور حضرت فاطمہؓ تیمارداری کررہی تھیں، وہ شمع کا پروانہ وار نثار ہونا اور ڈھال بنکر تیروں سے حضورؐ کی حفاظت کرنا یہ ساری چیزیں ہم کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر ایک نئی زندگی، نیا ایمان، جوش و ولولہ، شوق شہادت پر اکسا رہی ہیں۔

آنسو بہائیے، ان شہداء کی مغفرت کیلئے دعا کیجئے اور اسی جذبہ کو اپنا کر لوٹئے۔

کتنی جذب و کشش ہے اس میدان میں چلتے ہیں تو یہ ذرات ہمارے دامن کو پکڑتے ہیں، جی نہیں چاہتا کہ اس طرح خالی ہاتھ جائیں، شوق شہادت زندہ ہوتا نظر آتا ہے، خدا کی اس راہ میں جان دینا اچھا معلوم ہونے لگا اپنی زندگی حقیر لگنے لگی، بے ساختہ زبان سے دعا نکلی اللھم ارزقنی شہادۃ فی سبیلک۔

ہم چلے مگر پیچھے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہداء احد آواز دے رہے ہیں اور رخصت ہونے والوں سے کہہ رہے ہیں ـــ

اک ایسی شان پیدا کر کہ باطل تھرتھرا اٹھے
نظر تلوار بن جائے نفس جھنکار ہوجائے

بقیہ شرعی امور کے مراتب

لاکھوں روپیہ بڑی فراخی سے خرچ کیا جاتا ہے اور ثانی الذکر میں معمولی رقم بھی بار بنتی ہے۔

محرومی صرف یہ نہیں کہ ہم دن بدن مذہب سے دور ہوتے جاتے جارہے بلکہ بڑی محرومی اور بے بصری یہ ہے کہ مذہب کا جسقدر حصہ رائج ہے اور جس نوعیت سے اس پر عمل درآمد ہے [illegible] قابل نہیں ہے کہ زندگی کی ضرورتوں کا ساتھ دے سکے اور قوم و جماعت کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھنے پر مجبور کرے۔

منصر دریا کشتی کی تباہی پہ نہیں
پاؤں ساحل پہ رکھا تھا کہ گرداب اٹھا

تاریخ کے دریچے سے!

بغداد کی ایک صبح

تیغ الحسن ندوی

بغداد کی ایک سہانی صبح ہے باد نسیم چل رہی آفتاب کی کرنیں بغداد پر ضیا پاشی کر رہی ہیں قصر خلافت میں آج بڑی چہل پہل ہے. خلیفہ عباسی مامون کا دربار اپنی پوری شان و شوکت سے لگا ہوا ہے امراء و اعیان ملکت اپنی اپنی مسندوں پر جلوہ افروز ہیں، ایک طرف مظلوموں اور فریادرسوں کی صف کھڑی ہے تو دوسری طرف مجرمین بیڑیوں میں جکڑے ہوئے کھڑے ہیں.

لیکن ابھی تمام لوگ کسی آنے والے کا انتظار کر رہے ہیں اور کرب و بے چینی سے پہلو بدل رہے ہیں کہ اتنے میں نقیب کی آواز سب کو چونکا دیتی ہے اور تمام لوگ خود بخود کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر سامنے لگا ہوا پردہ ہلنے لگتا ہے اور تھوڑی ہی دیر بعد ایک بارعب شخص نمودار ہوتا ہے اور دربار نعروں سے گونج اٹھتا ہے. وہ شخص تخت شاہی پر بے تکلف بیٹھ جاتا ہے. اس کے بیٹھتے ہی تمام درباری بیٹھ جاتے ہیں اور پورے دربار پر ایک سناٹا چھا جاتا ہے یہ تھا خلیفۂ وقت مامون الرشید.

غسان کہاں ہیں. اچانک امیر المومنین مامون کی آواز دربار میں گونجی.

لبیک یا امیر المومنین، دربار کے ایک گوشہ سے آواز آئی اور ساتھ ہی ایک باوقار اور وجیہ شخص مامون کے سامنے مودب کھڑا تھا. یہ مامون کا منظور نظر غسان بن عباد نامی ایک شخص تھا.

اس شخص کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے جاؤ اور کل صبح اس کو پھر ہمارے دربار میں پیش کرنا. مامون نے بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ایک آدمی کی طرف اشارہ کر کے تحکمانہ لہجے میں کہا.

بہت اچھا امیر المومنین. غسان نے جواب دیا اور پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا.

جب دربار شاہی ختم ہوا اور مامون اپنی خوابگاہ میں جا چکا تب غسان نے چند دربانوں کو بلایا اور اس آدمی کو اپنے گھر پہنچانے کے لئے کہا اور خود روانہ ہو گیا.

غسان اپنے گھر پہنچ چکے تھے لیکن دربان ابھی تک اس آدمی کو لے کر نہیں آئے تھے. انتظار کرتے کرتے مغرب کا وقت ہو گیا اور وہ بیڑیوں میں جکڑا ہوا شخص ابھی تک غسان کے گھر نہیں آیا تھا. جب غسان مغرب کی نماز پڑھ کر لوٹ رہا تھا تب انھوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ کوئی چیز اٹھائے ہوئے اس کے گھر کی طرف چلے آ رہے ہیں. قریب آنے پر معلوم ہوا کہ وہ دربان ہیں جو اسی قیدی کو لئے ہوئے آ رہے ہیں جسکا اسے شدت سے انتظار تھا. جب وہ قریب آئے تو بغیر کسی قسم کے غصہ و ناراضگی کا اظہار کئے ہوئے اس نے ایک کمرہ کی طرف اشارہ کر دیا. ان لوگوں نے اس قیدی کو کمرہ میں رکھا اور سلام کرتے ہوئے واپس چلے گئے.

تم کہاں سے آئے ہو؟ اس حالت کو تم کیسے پہنچے؟ تم نے کیا جرم کیا ہے؟ غسان نے کمرہ میں داخل ہوتے ہوئے ایک ساتھ کئی سوال کر ڈالے،

قیدی: میں دمشق سے آ رہا ہوں.

غسان: اللہ تعالیٰ دمشق والوں کو خیریت سے رکھے، وہ ہمیشہ امن و امان میں رہے ہیں. تمہارا دمشق کے کس خاندان سے تعلق ہے.

قیدی: کیا آپ کسی خاص شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں،

غسان: کیا تم فلاں شخص کو جانتے ہو

قیدی: آپ اس کو کب سے جانتے ہیں.

غسان: اس نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے جسکا بدلہ میں کبھی بھی نہیں چکا سکتا ہوں.

قیدی: تب تو آپ پہلے اپنا واقعہ بیان کریں کہ اس نے آپ پر کیا احسان کیا ہے تب ہی میں اپنے اور اس کے بارے میں کچھ بتا سکوں گا.

غسان: اچھا تو پھر سنو، اس نے مجھ پر کیا احسان کیا ہے.

آج سے کئی سال قبل میں دمشق میں تھا، دمشق کے والی کا میں منظور نظر تھا، اس لئے مجھے اپنے اوپر بہت ناز تھا لیکن تقدیر ہمارا مذاق اڑا رہی تھی اور میری قسمت کا ستارہ گردش میں تھا کیونکہ اسی اثنا میں دمشق میں ایک منظم سازش کے تحت بغاوت ہو گئی اور باغیوں نے والیٔ دمشق کے مکان کو ہر چہار طرف سے گھیر لیا لیکن اس کے کچھ وفادار ساتھیوں نے اس کی جان بچائی اور وہ محل سے نکل کر کہیں روپوش ہو گیا. میں نے بھی اپنی جان بچانے کے لئے بھاگنا چاہا. لیکن میں کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ باغیوں نے مجھے دیکھ لیا تھا اور وہ میرا تعاقب کر رہے تھے، قریب تھا کہ وہ مجھ کو پکڑ لیتے کہ میں ایک گلی میں گھس گیا. جہاں مجھے ایک مکان کا دروازہ کھلا نظر آیا. میں اس کے اندر داخل ہو گیا مالک مکان بجائے اس کے کہ شور مچاتا. اس نے ایک کمرہ کی طرف اشارہ کر دیا اور میں بغیر کچھ سوچے ہوئے اس کمرہ میں داخل ہو گیا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا ابھی میں ٹھیک سے بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ میں نے مالک مکان کو کہتے ہوئے سنا کہ "یہاں کوئی نہیں آیا ہے" لیکن باغی برابر اصرار کئے جا رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ جس کا ہم تعاقب کر رہے تھے وہ تمہارے ہی گھر میں ہے. مجبوراً اس نے باغیوں کو اپنے گھر کی تلاشی لینے کی اجازت دیدی جب وہ گھر کے کونے کونے کی تلاشی لے چکے اور صرف وہ کمرہ رہ گیا جس میں میں تھا تب اس کی بیوی نے واویلا مچانا شروع کر دیا جس کی وجہ سے وہ لوگ گھبرا کر بھاگ گئے ان کے ساتھ ہی وہ آدمی بھی باہر چلا گیا اور جب اسکو اطمینان ہو گیا کہ باغی چلے گئے تب وہ میرے پاس آیا اور مجھے ان کے چلے جانے کی اطلاع دی جس سے میرا لرزتا ہوا بدن صحیح حالت پر آ گیا اور مجھ کو اطمینان نصیب ہوا اس کے بعد اس نے مجھ کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا، میں اس کے پیچھے ہو لیا.

تھوڑی دیر میں ہم دونوں ایک عالیشان کمرہ میں پہنچ گئے جو ہر قسم کی پرتکلف چیزوں سے آراستہ تھا اور وہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ "آپ کے قیام کے لئے یہ کمرہ خالی ہے آپ اسی میں قیام فرمائیں. اگر کسی قسم کی بھی آپ کو تکلیف ہو تو آپ بلا تکلف عرض کر دیں." یہ کہہ کر وہ واپس چلا گیا.

میں اسی کمرہ میں ۴ ماہ مسلسل رہا ان چار مہینوں میں ان دونوں نے میری خوب خوب خاطر کی حالانکہ وہ میرے نام سے بھی واقف نہ تھے. اس اثنا میں بغاوت تقریباً فرو ہو چکی تھی اور دمشق میں امن و امان قائم ہو چکا تھا اس لئے میرے دل میں اپنے اعزا کے تلاش کی خواہش پیدا ہوئی. (باقی آئندہ)

لہ سلیمان بن ابی جعفر

آنکھوں میں سرورِ عشق نہیں ....

جگر مرادآبادی

جب تک کہ غمِ انساں سے جگر انسان کا دل معمور نہیں
جنت ہی سہی دنیا لیکن جنت سے جہنم دور نہیں

جز ذوقِ طلب جز شوقِ سفر کچھ اور مجھے منظور نہیں
اے عشق بتا اب کیا ہوگا کہتے ہیں کہ منزل دور نہیں

اس نفع و ضرر کی دنیا سے میں نے یہ لیا ہی درسِ جنوں
خود اپنا زیاں تسلیم مگر اوروں کا زیاں منظور نہیں

واعظ کا ہر اک ارشاد بجا، تقریر بہت دلچسپ مگر
آنکھوں میں سرورِ عشق نہیں چہرہ پہ یقیں کا نور نہیں

میں زخم بھی کھاتا جاتا ہوں قاتل سے بھی کہتا جاتا ہوں
توہین ہے دست و بازو کی وہ وار کہ جو بھر پور نہیں

اربابِ ستم کی خدمت میں اتنی ہی گزارش ہے میری
دنیا سے قیامت دور سہی دنیا کی قیامت دور نہیں

نیرنگ

حکیم انجم اعظمی

ظلمتیں ہیں ابھی لرزاں افقِ گیتی پر
کارواں شب کے اندھیرے میں بھٹکتا ہے ابھی
پہلوئے شام میں خوابیدہ سویرا ہے ابھی
قوم کو ماضیٔ تاریک نے ڈھانپا ہے ابھی
ظلمتیں ہیں ابھی لرزاں افقِ گیتی پر
صبحِ مستقبلِ زریں کا اجالا نہ سہی

آج پانی سے کہیں ارزاں ہے خونِ انساں
خاک کے ذروں میں باقی نہ رہا جوشِ نمو
نہ صراحی ہے نہ پیمانہ، نہ شیشہ نہ سبو
آج پانی سے کہیں ارزاں ہے خونِ انساں
وقت کے میکدے میں مے کا پیالہ نہ سہی

زندگی اور جوانی کا کفن ہے سر پر
بوئے خوں باقی ہے گل میں ابھی کلیوں میں ابھی
زندگی دفن ہے، تہذیب کی قبروں میں ابھی
کتنے خورشید بھٹکتے ہیں اندھیروں میں ابھی
زندگی اور جوانی کا کفن ہے سر پر
زم کاندھوں پہ محبت کا دوشالہ نہ سہی

یہ شب افروز ستارے تو ہیں کچھ دھندلے سے
ٹمٹماتے بھی نہیں طاقِ گلستاں میں چراغ
مئے شبنم سے تہی ہیں ابھی پھولوں کے ایاغ
ایک تاریک خلا میں ہیں ابھی ذہن و دماغ
یہ شب افروز ستارے تو ہیں کچھ دھندلے سے
چاند کے گرد کوئی زرد سا ہالہ نہ سہی

شعلۂ آتشِ نمرود کی دوقی ہے لپک
ناتواں یاس سے کہتے ہیں کہ جلتا ہے مکاں
اپنی ہی آگ سے اسوقت سلگتا ہے جہاں
قلب ہر ذرہ شرربار ہے اور برق فشاں
شعلۂ آتشِ نمرود کی دوقی ہے لپک
پھر ان شعروں میں ملتی ہے زمانے کی ترنگ

عصرِ حاضر کی سیاست کے ہیں پہلو کتنے
اس بیاباں میں تمدن کے ہیں آہو کتنے
الجھے الجھے سے ہیں تہذیب کے گیسو کتنے
کچھ تو ان شعروں میں ملتی ہیں زمانے کی ترنگ
دل افروز میں انجم کا ستارہ نہ سہی

مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلام

ندوۃ العلماء — لکھنؤ

مقاصد

● مختلف زبانوں میں ایسے پُرمغز اور صالح لٹریچر کی تیاری
● اسلام کی مؤثر وطاقتور نمائندگی کرے ۔
● ایمان ویقین کی بنیادیں ذہن ودماغ میں ازسرِنو استوار کرے
● اس ذہنی وفکری بےچینی وانتشار کو رفع کرے جو مغرب کی مادہ پرست تہذیب وادب نے عالمگیر پیمانے پر پیدا کر دیا ہے ۔
● اس نئے ارتداد کا مقابلہ کرے جو طوفان اور سیلاب کی طرح تمام عالم میں پھیل گیا ہے ۔

دار العلوم

حالات وواقعات !

انتخاب انجمن الاصلاح

پچھلے شمارہ میں نائب صدر اور ناظم انجمن الاصلاح کے انتخابات کا ذکر کیا جا چکا ہے اب جملہ انتخابات مکمل ہو چکے ہیں ۔ انجمن سے متعلق عہدہ داران اور اراکین کی تفصیل درج ذیل ہے ۔

غلام جیلانی (نائب ناظم) محمد عمر (محاسب) فیاض علی (معتمد مالیات) ابوالورع نجم الدین (معتمد بزم ثقافت) حبیب اللہ عمری (معتمد بزم خطابت) منظور الہی (معتمد بزم سلیمانی) شبیر احمد (معتمد صحافت) رئیس احمد شاکری (معتمد دار الکتب) وصی احمد (معتمد دار الاخبار) صالح عبد الحی سورتی (معاون معتمد دار الاخبار) ان کے علاوہ مندرجہ ذیل اراکین کا انتخاب عمل میں آیا ۔

نعیم احمد صدیقی ۔ اشتیاق مشہدی ۔ محفوظ الرحمٰن غیاث الدین پورنوی ۔ اقبال حسن صدیقی ۔

الاصلاح خورد

دار العلوم میں مقیم چھوٹے اور بڑے طلبہ کے لئے علیحدہ علیحدہ دار الاقامہ ہیں ان کی انجمن طلبہ کا انتخاب علیحدہ ہوتا ہے اور اس انجمن کے ماتحت دار الکتب ، دار الاخبار وغیرہ کا بھی علیحدہ انتظام ہے ۔ سال رواں کے انتخاب کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے ۔ عبد الرزاق ممبئی (نائب صدر) شہاب الدین (ناظم) علی ظہیر نشتر (نائب ناظم) عبد السلام (معتمد دار الکتب) ظہور السلام (معتمد دار الاخبار) امام الدین (معتمد خطابت) محمد اظہر سلطانپوری (معتمد بزم سلیمانی) ان کے علاوہ مندرجہ ذیل اراکین کا انتخاب ہوا ۔

شمس الہدیٰ ۔ محمد یٰسین ممبئی ۔ حمید احمد ملاری ۔ شہید احمد پورنیہ ۔ محمد عمر ممبئی ۔ محمد شفیق ۔ محمد احمد ۔

النادی العربی

عربی تقریر وتحریر کے مطالعہ کا ذوق و مشق بڑھانے کے لئے طلبہ کی ایک انجمن " النادی العربی " کے نام سے قائم ہے جو دار العلوم کے شعبہ ادب عربی کے زیر نگرانی کام کرتی ہے ۔ اس انجمن کے ماتحت ہر ہفتہ جمعرات کے دن عربی کے جلسے منعقد ہوا کرتے ہیں جس میں طلبہ لازمی طور پر شریک ہوتے ہیں اس کے ماتحت ایک ہفتہ وار اخبار " الرائد " بھی شائع ہوتا ہے ۔ سال رواں تعلیمی کے لئے جو انتخابات عمل میں آئے ۔ ان کی تفصیل درج ہے ۔

افتتاح جدید قد ، ائی منصرم دار العلوم

عبد الرشید (سکریٹری خطابت) غلام جیلانی (سکریٹری الرائد) محمد عون سیامی (نائب سکریٹری الرائد) محمد شفیق احمد خاں (معتمد دار الکتب الرائد) ان کے علاوہ مندرجہ ذیل اراکین کا انتخاب ہوا ۔ حبیب اللہ خاں عمری ۔ محمد نعیم ۔ عبد الحمید عبد القادر ۔ ابوبکر سورتی ۔ عبد السمیع ۔ شہید الحق ۔ حمید اللہ عبد العلیم ۔ محی الدین ۔ محمد اکبر ۔ عبد الجبار ۔ ضیاء الحق ۔ انجمن النادی العربی نے اپنے صدر جناب مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی زیر ہدایت کام شروع کر دیا ۔

انعامات تعلیمی

دار العلوم ندوۃ العلماء کے سالانہ امتحانات میں نمایاں کامیابی پر طلبہ کو نقد انعامات بھی تقسیم کئے جاتے ہیں ، سال گزشتہ کے امتحانات میں نمایاں طور پر کامیاب ہونے والے طلبہ کو امسال جو انعامات تقسیم کئے گئے ان کی فہرست درج ذیل ہے ۔

طبقہ علیا — (درجہ ہفتم عربی لغایۃ تخصص ادب دوم)
محمد نعیم الدین (فضیلت سال اول) -/١٢ ماہانہ

طبقہ وسطیٰ — (درجہ چہارم عربی لغایۃ درجہ ششم ومعاون تخصص)
عبد القادر گجراتی (درجہ ششم) -/١٠ ماہانہ

طبقہ سفلیٰ — (درجہ اول عربی لغایۃ درجہ سوم و درجہ خصوصی)
١ ۔ محمد یعقوب (درجہ خصوصی دوم) -/٥ ماہانہ
٢ ۔ محمد اظہر خاں (درجہ چہارم) -/٥ ماہانہ

✽ میں کتب صحاح کے اندر یہ خطبہ مذکور ہے جسے طوالت کے خوف سے نظر انداز کر دیا گیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ آپ غور سے پڑھیں ، ظاہر ہے عید الاضحیٰ قربانی کا تیوہار ہے جسکا مقصد انسانوں کو قربانی کی اہمیت سے آگاہ کرنا ہے ہماری زندگی بھی قدم قدم پر ہم سے قربانی کا مطالبہ کر رہی ہے ضرورت ہے کہ عید الاضحیٰ کے اس موقع پر ہم دنیا کو یہ بتائیں کہ قربانی کا کیا مقصد ہے اور اسلام نے قربانی کے نام سے دنیا کو خدا پرستی کا جو تصور دیا ہے آج دنیا کو اسے اپنانے کی کس قدر ضرورت ہے ۔

بقیہ خطبات نبوی

جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا تو اس نے قربانی نہیں کی بلکہ اپنے لئے ذبح کیا مگر جس نے نماز کے بعد ذبح کیا تو اس کی قربانی پوری ہوئی اور اس نے جماعت مسلمین کا طریقہ اختیار کیا ۔

حضرت جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں یہ خطبہ دیا ۔

من ذبح قبل ان یصلی فلیذبح مکانہا اخریٰ ومن لم یذبح فلیذبح باسم اللہ
(بخاری کتاب التوحید)

جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا اسے خدا کے نام پر دوسری قربانی کرنی چاہئے ۔

طبرانی میں حضرت علیؓ سے یہ الفاظ منقول ہیں ۔

یا ایہا الناس ضحوا واحتسبوا بدماۓہا فان الدم وان وقع فی الارض فانہ یقع فی حرز اللہ عز وجل

لوگو قربانی کرو اور قربانی کے خون کو اپنے لئے نیکی اور قرب کا ذریعہ سمجھو ، یہ خون اگرچہ بظاہر زمین پر گرتا ہے لیکن دراصل اللہ عز وجل کے پاس اس کی نگرانی میں پہونچتا ہے ۔

ایک اور روایت میں ہے :-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فقال انی کنت امرتکم ان لا تاکلوا الاضاحی فوق ثلاثۃ ایام لیسعکم وانی احلہ لکم فکلوا منہ ما شئتم ولا تبیعوا لحوم الہدی والاضاحی وتصدقوا واستمتعوا بجلودہا ولا تبیعوہا وان اطعمتم من لحومہا فکلوہ ان شئتم (رواہ احمد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا : میں نے تم لوگوں کو قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ تک کھانے سے منع اس لئے کیا تھا کہ وہ تمہارے لئے کافی ہو اور اب اس گوشت کو حلال کرتا ہوں لہٰذا تم جتنا اور جس طرح چاہو اس کو کھاؤ ۔ البتہ ہدی اور قربانی کا گوشت فروخت نہ کرو بلکہ صدقہ کر دیا کرو اور اس کی کھال سے فائدہ اٹھاؤ لیکن اس کو بھی فروخت نہ کرو ۔ اگر قربانی کا گوشت تمہارے سامنے پیش کیا جائے تو تم اس کو جاہو تو کھا سکتے ہو ۔ (روایت احمد)

✽ کتاب الاضاحی اور کتاب العیدین کے علاوہ بھی متعدد ابواب

تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ ۱۵

شعبۂ تعمیر و ترقی
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ایڈیٹر سید محمد الحسنی
معاون سعید الاعظمی ندوی

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۸۳ ھ مطابق ۲۵ اپریل ۱۹۶۴ ع

بیت المقدس میں
قبۃ الصخرۃ کا منظر

محو آرام ہیں جس خاک پہ اصحاب احد ایک مہجور کا اس گنج شہیداں کو سلام

زندگی کا سفر
. . .
مولانا سید خواجہ احمد نصیر آبادی رح
. . .
تجلیات حرم

نئے ۲۵ پیسے

Regd No. L- 1981

Phone No 22948

TAMEER-E-HAYAT

DARULULOOM NADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

مکتبہ دارالعلوم کی دوسری مطبوعات

دہلی اور اسکے اطراف

از مولانا حکیم سید عبدالحی
سابق ناظم ندوۃ العلماء

یہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سفرنامہ اور روزنامہ ہے جو انیسویں صدی کے اخیر میں لکھا گیا تھا اس سفرنامہ سے اندازہ ہوگا کہ گذشتہ صدی کے علماء کس ثقافت اور علم کے حامل تھے اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع، عمیق اور پختہ تھا، آپ کو اس سفرنامہ میں شعر و سخن کا ذوق سلیم، اعلیٰ تاریخی واقفیت، سلاسل تصوف اور انکی شاخوں اور قصبوں پر اطلاع، متقدمین کی تصنیفات اور کتابوں سے آگاہی اور ان کے مسلک اور عہد کے نشانات جا بجا ملیں گے قیمت مجلد ۲ روپیہ

تذکرہ
حضرت مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی

از مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی

چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ عالم، اولیس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی کی سوانح حیات، حالات، ارشادات و ملفوظات، جو دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ عین شریعت کی روح ہے، وہ حضرات جو درد و محبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔
قیمت ۳/-

جزیرۃ العرب

از مولانا محمد رابع ندوی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء

جغرافیہ کی کوئی خشک کتاب نہیں بلکہ اس میں سیرت، تاریخ وادب عربی کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اسکی وجہ کو کسی جگہ کی جغرافیائی اہمیت کیساتھ اسکی دینی اور ادبی اہمیت بھی نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ اس سلسلہ میں قدیم و جدید دونوں ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اہم مقامات کے قدیم ناموں کیساتھ جدید نام بھی بتائے گئے ہیں اور جگہ جگہ وضاحتی نقشے بھی دیئے گئے ہیں، اسکا تذکرہ عالم عربی کے اخبارات نے اچھے انداز میں کیا ہے، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے۔ اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔ قیمت ۵ روپیہ

القراءۃ الراشدۃ ۳ حصے

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

اس کتاب میں اسلامی تاریخ، نامور اسلامی شخصیتوں، ہندوستان کی اسلامی تاریخ اور اسکی نامور شخصیتوں کے متعلق اسباق، اسلام اور ہندوستان کی تاریخ کا خلاصہ، مشہور دینی درسگاہوں کا تعارف، معلومات عامہ اور ضروری مضامین آگئے ہیں، اسکی کوشش کی گئی ہے کہ کوئی سبق دینی روح سے خالی نہ ہو اور وہ کسی اچھے نتیجہ یا حقیقت کی طرف رہبری کرتا ہو، مدارس عربیہ کی بڑی تعداد نے اس کو داخل نصاب کیا ہے۔

قیمت حصہ اول ۱۲/- حصہ دوم ۱۴/- حصہ سوم ۱۲/-

قصص النبیین للاطفال ۵ حصے

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

اس کتاب میں ایک طرف زبان کی تعلیم کے جدید اصول اور ماہرین تعلیم و نفسیات کے تجربات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ یہ کتاب عربی زبان کی تعلیم کا بہترین اور سہل ترین ذریعہ ثابت ہو، دوسری طرف انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور قصوں کو اس پیرایہ اسلوب میں پیش کیا گیا ہے کہ اسلام کے بنیادی اصول خود بخود طلباء کے ذہن نشین ہوتے چلے جاتے ہیں، اس سلسلہ کو ممالک عربیہ میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا ہے!

قیمت حصہ اول ۷۵/- ، حصہ دوم ۷۵/- ، حصہ سوم ۱/۷۵

ESTD. 1903

قدرتی تیل

جوڑ بگنے درد، زخم، چوٹ، موچ، کٹنے، جلنے میں مفید ہے

کارخانہ دارالصحت متونا بھنجن، یوپی

Printed by S. M. HASANI at Cover Printed at Shahi Press at Nadwa Press LUCKNOW.